قتلِ حسینؓ اصل میں مرگِ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

حادثۂ کربلا

حقیقت کے آئینے میں

(تحقیقی مطالعہ)

اثرِ خامہ

مبارک حسین نعمانی (فاضل علوم شرقیہ)

صدر انجمن مصباح الاسلام جموں وکشمیر

بانی ومہتمم جامعۃ الرضا، مومن آباد، پی سی ڈپو

شائع کردہ / شعبہ نشر و اشاعت

انجمن مصباح الاسلام جموں وکشمیر

هوالله
وہ اللہ
الذی لا الٰہ
کہ نہیں کوئی معبود
الا ھو
مگر وہی
الرحمٰن
بڑا مہربان
الرحیم
نہایت رحم والا
الملک
بادشاہ
القدوس
پاک
السلام
سلامت رکھنے والا
المؤمن
امن دینے والا
المہیمن
نگہبان
العزیز
غالب
الجبار
زبردست
المتکبر
بڑائی والا
الخالق
پیدا کرنے والا
الباری
عالم کا بنانے والا
المصور
صورت بنانے والا
الغفار
بخشنے والا
القہار
زبردست
الوہاب
بہت دینے والا
الرزاق
رزق دینے والا
الفتاح
کھولنے والا
العلیم
جاننے والا
القابض
بند کرنے والا
الباسط
کھولنے والا
الخافض
پست کرنے والا
الرافع
بلند کرنے والا
یا اللہ جل جلالہ
المعز
عزت دینے والا
المذل
ذلت دینے والا
السمیع
سننے والا
البصیر
دیکھنے والا
الحکم
حاکم
العدل
عدل کرنے والا
اللطیف
باریک بیں
الخبیر
خبردار
الحلیم
بردبار
العظیم
بزرگ
الغفور
بخشنے والا
الشکور
شکر پسند
العلی
بلند
الکبیر
بڑا
الحفیظ
نگہبان
المقیت
قوت دینے والا
الحسیب
کافی
الجلیل
بزرگ
الکریم
سخی
الرقیب
نگہبان
المجیب
قبول کرنے والا
الواسع
فراخی والا
الحکیم
حکمت والا
الودود
دوست بڑا
المجید
بزرگ
الباعث
اٹھانے والا
رضوی کتاب گھر دہلی ٦

الشَّہِیدُ	گواہ	الصَّمَدُ	بے نیاز	مَالِكُ المُلْكِ	مالکِ ملک
الحَقُّ	سچا	القَادِرُ	قدرت والا	ذُوالجَلَالِ وَالإِکْرَامِ	بزرگی اور بخشش والا
الوَکِیلُ	کارساز	المُقْتَدِرُ	صاحبِ قدرت	المُقْسِطُ	عدل کرنے والا
القَوِیُّ	طاقت والا	المُقَدِّمُ	پہلا	الجَامِعُ	جمع کرنے والا
المَتِینُ	مضبوط	المُؤَخِّرُ	پچھلا	الغَنِیُّ	بے نیاز
الوَلِیُّ	دوست	الاَوَّلُ	اوّل	المُغْنِی	دولت مند کرنے والا
الحَمِیدُ	قابل تعریف	الآخِرُ	آخر	المُعْطِی	عطا کرنے والا
المُحْصِی	گھیرنے والا	الظَّاهِرُ	آشکارا	المَانِعُ	منع کرنے والا
المُبْدِئُ	پہلے پہل پیدا کرنے والا			الضَّارُّ	ضرر پیدا کرنے والا
المُعِیدُ	دوبارہ پیدا کرنے والا			النَّافِعُ	نفع دینے والا
المُحْیِی	زندہ کرنے والا	البَاطِنُ	پوشیدہ	النُّورُ	روشنی والا
المُمِیتُ	مارنے والا	الوَالِی	کارساز	الهَادِی	ہدایت دینے والا
الحَیُّ	زندہ	المُتَعَالِی	برتر	البَدِیعُ	نیا پیدا کرنے والا
القَیُّومُ	ہمیشہ رہنے والا	البَرُّ	احسان کرنے والا	البَاقِی	ہمیشہ رہنے والا
الوَاجِدُ	پانے والا	التَّوَّابُ	توبہ قبول کرنے والا	الوَارِثُ	مالک
المَاجِدُ	بزرگی والا	المُنْتَقِمُ	بدلہ لینے والا	الرَّشِیدُ	راہنما
الوَاحِدُ	ایک	العَفُوُّ	معاف کرنے والا	الصَّبُورُ	بڑا تحمل والا
الاَحَدُ	اکیلا	الرَّؤُفُ	بہت مہربان	جَلَّ وَعَلَا	بزرگ و برتر

قتلِ حسینؓ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
(جوہرؔ)

حادثۂ کرب و بلا حقیقت کے آئینے میں

(تحقیقی مطالعہ)

اثرِ خامہ
مبارک حسین نعمانی (فاضل علوم شرقیہ)
صدر انجمن مصباح الاسلام جموں و کشمیر
بانی و مہتمم جامعۃ الرضا مومن آباد، پی سی ڈیپو

شائع کردہ
شعبۂ نشر و اشاعت انجمن مصباح الاسلام جموں و کشمیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر کوائف

نام کتاب: حادثۂ کرب وبلا حقیقت کے آئینے میں

مصنف: مبارک حسین نعمانی

تاریخ طباعت: ۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۲ھ

کمپوزنگ: ثقلین حیدر

تعداد اشعات: ایک ہزار

ایڈیشن : اول

قیمت:

ناشر: شعبۂ نشر واشاعت: انجمن مصباح الاسلام جموں وکشمیر

ملنے کا پتے

- مکتبہ اہلسنت مومن آباد، بارمپورہ سرینگر
- شیخ عثمان اینڈ سنز گاؤ کدل لالچوک
- ہمدانیہ بکڈپو پانپور
- نقاش بکڈپو قمرواری
- دارالعلوم دارالشفا مخدوم صاحب
- دارالعلوم صوت الاولیاء، اسلام آباد
- دارالعلوم غوثیہ ہمدانیہ مونگہامہ پلوامہ
- کتب خانہ الغزالی اقبال مارکیٹ سوپور
- مکتبہ شیخ العالم اسلام آباد

فہرست مضامین

انتساب

حضرت سیدی و مرشدی و مربی رہبر شریعت و طریقت سجادہ آرائِ نقشبندیت نبیرۂ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ جناب الحاج علامہ ابوالنصر انس فارقی مجددی دہلوی مدظلہ النورانی کے نام۔

استاذی المکرّمی امیر شریعت، مفسر قرآن حضرت علامہ سید محمد قاسم شاہ صاحب بخاری کے نام

قبلہ محترم نمونۂ اسلاف مفکر اسلام قائد اہلسنت حضرت علامہ سید محمد اشرف صاحب اندرابی قادری مدظلہ العالی کے نام۔

خلوص کیش

مبارک نعمانی

تعارف

رئیس القلم والکلام حضرت مولٰینا شوکت حسین کینگ صاحب قادری
پروفیسر حنفیہ عربی کالج نور باغ سرینگر

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

ماحب اہل بیتم و بجاں محبوب ما حضرت شبیر و دیگر حضرت شبر شدہ است

(علامہ خاکیؒ)

اللہ تعالیٰ نے اسلامیان کشمیر کے قلوب کو شیوعِ اسلام کے ساتھ ہی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تعظیم وحب صحابہ کرام واہل بیت طاہرین محبت علماء واولیا عظام کے انوار سے معمور وسرشار فرمایا ہے۔ اس پر تاریخ گواہ ہے۔ ذالك فضل اللہ یوتی من یشاء۔ کیونکہ کشمیر میں اسلام کے داعیان اولین خاندان نبوت کے

جانشینان محترم تھے یعنی حضرت سید شرف الدین عبدالرحمٰن بلبل شاہ صاحب ترکستانی، حضرت سید السادات امیر کبیر میر سید علی الہمدانی اور شاہباز لامکانی جناب میر سید محمد ہمدانی وغیرھم ساداتِ ذوی الاحترام علیھم الرحمہ والرضوان۔

حضرت شاہ ہمدان رضی اللہ عنہ کی تصنیفات وتالیفات میں مودۃ القربیٰ کو امتیازی شان حاصل ہے۔ آپ کے بعد حضرت علمدار کشمیر شیخ نورالدین نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شلوک اور ان کے بعد حضرت مفسر قرآن شاگردِ ابن حجر مکی جامع الکمالات شیخ یعقوب صرفی اور حضرت شیخ الاسلام علامہ بابا داؤد خاکی (خلیفہ اعظم حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدوم کشمیری) نے اپنے کتب قیمہ میں محبت اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ تصنیف فرمایا ہے۔ اسلامی لٹریچر میں اس کو اپنی افادیت حاصل ہے۔

تیرویں صدی تک یہ سلسلہ جاری وساری رہا۔ اور چودھویں صدی ہجری کے اوایل میں حضرت علامہ سید میر محمد قاسم قادری المنطقی (التوفی ۲۱ جمادی الاول ۱۳۲۴ھ) جو اعاظمِ علماء حرمین ومحدثین سعودی عرب کے فیض یافتہ تھے نے مواھب السادات (فضائل ومقامات اہل بیت رسول اللہ ودوازدہ ائمہ وفضائل سادات) تصنیف فرما کر ایک عظیم الشان کارنامہ انجام دیا۔ یہ کتاب اس زمانہ میں دو مرتبہ مجتبائی پریس دہلی میں شائع ہوئی ہے۔

۱۹۳۱ء میں کشمیر میں جو سیاسی انقلاب رونما ہوا۔ اس کا ناجائز فائدہ اٹھا کر

بعض علماء سو نے عقائد اہل اسلامیان کشمیر متزلزل کرنے میں خاص رول ادا کیا۔

لیکن انجمن تبلیغ الاسلام جموں وکشمیر نے دفاع محبت اہل بیت وعقائد صحیحہ میں جو رول ادا کیا وہ ناقابلِ فراموش ہے خصوصاً حضرت علامہ سید محمد قاسم شاہ صاحب بخاری نے ماہنامہ التبلیغ میں بے شمار مضامین تحریر کئے اور نہ صرف سیرت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وسیرت حضرت زین العابدین قلمبند کی بلکہ سالہا سال خانقاہ معلیٰ سرینگر میں مختلف مکاتب فکر کے علماء کو مجتمع کر کے سالانہ امام حسین کانفرنس کا انعقاد کرتے تھے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سیرۃ البخاری صفحہ ۱۷۲، ایضاً ۳۲۹، ۳۳۰)

آپ کی حیات ظاہری میں اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے خواجہ تاش حضرت قائد اہل سنت مولینا سید محمد اشرف صاحب اندرابی، خاکسار اور آپ کے فیض یافتہ حضرت خطیب ملت مولٰینا مشتاق احمد خان صاحب زعیمِ انجمن نے ریاست میں محبت اہل بیت کی جو جوت جگائی وہ بھی تاریخ کشمیر کا ایک مستقل روشن باب ہے۔

بحمد اللہ حضرت علامہ مبارک حسین نعمانی نقشبندی (فاضل علوم شرقیہ) فارغ التحصیل حنفیہ عربک کالج نور باغ شاگردِ رشید علامہ سید محمد قاسم شاہ صاحب بخاری کو اللہ تعالیٰ نے اس کاروان حق میں منتخب کیا جو کاروان حق اشاعت عقائد اہل سنت میں قافلۂ سخت جان کی حیثیت سے باطل قوتوں کے مقابلہ میں برسر پیکار رہا۔ آپ

نے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا حنفیہ عربک کالج میں حضرت علامہ بخاری علیہ الرحمۃ کے آخری دور میں جو علمی و تبلیغی تجربہ حاصل کیا وہ بے مثال ہے میں خود ان ایام میں کالج کے لیکچرار ماہنامہ الاعتقاد کے ایڈیٹر اور ترجمان کی حیثیت سے حضرت علامہ بخاری اور دیگر اساطین علم وفن سے اکتساب فیض کا عینی گواہ ہوں۔ چنانچہ بریلی شریف کے مفتی محمد افضال قادری رضوی نے آپ کے حالیہ دورہ میں آپ کی کتاب ہٰذا پر مستند فاضل کے لقب سے نواز کر اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔

انجمن مصباح الاسلام جموں و کشمیر جامعۃ الرضا مومن آباد پی سی ڈیپو اور دیگر علمی ادارہ جات قائم کر کے آپ آسمان علم و ادب کے درخشندہ ستارے بن کر چمکے۔ حضرت علامہ سید محمد اشرف صاحب اندرابی کی زیر سرپرستی آپ نے متعدد کانفرنسوں کا انعقاد کیا۔ جن میں لاکھوں بندگان خدا فیض یاب ہوئے۔ نہ صرف علماء کشمیر بلکہ بیرون ریاست کے علماء کرام نے ان کانفرنسوں میں شرکت کر کے آپ کے کارناموں کو سراہا۔ آپ کے والد ماجد حاجی غلام محمد بٹ صاحب سرکاری ملازم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ خطیب و امام ہیں اور علامہ بخاری کے خاص فیض یافتہ ہیں۔

عزیز مولینا نعمانی نے اس سے قبل متعدد کتب و رسائل تصنیف کئے جو آپ کی شان علمی پر دال ہیں۔

چند سال سے ریاست میں اب ناصبی و خارجی تحریک نے بدقسمتی سے جو سر

اٹھایا آپ نے وکیل محبت اہل بیت بن کر کتاب ہٰذا میں ان عناصر کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر دی ہیں اور قرآن وسنت ومضبوط دلائل سلف سے حق کو آشکارا کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مشرف قبولیت سے نوازے۔ میں بحیثیت سرپرست اعلیٰ جمعیت حمایت الاسلام جموں وکشمیر اپنی جانب اور جملہ اراکین جمعیت خاصکر مولٰینا وبالفضل اولانا مولوی خورشید احمد قانونگو (صدر محترم) خطیب وامام بقعہ اکملیہ" حول کی جانب سے آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

والسلام ختم الکلام

خاکسار

شوکت حسین کینگ

سرپرست اعلیٰ جمعیت حمایت الاسلام

وپروفیسر حنفیہ عربک کالج نور باغ

۲۱ جمادی الاول ۱۴۳۲ھ

حرف چند

الحمد اللہ ربّ العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی الہ الطیبین الطاہرین واصحبہ المکرمین۔ امابعد

جب سے کائنات وجود میں آگئی ہے تب سے ہی حق و باطل کی کشمکش جاری وساری ہے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام حق کا ترجمان بن کراس کائنات میں جلوہ افروز ہوئے اوراب کے مقابلے میں باطل کی ترجمانی ابلیس لعین نے کی۔ آدم علیہ السلام کا راستہ ہابیل نے چُن لیا اوراس کے مقابلے میں ابلیس کا نمائندہ بن کر قبیل نمودار ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہی حق لے کر آئے اوراس کے مقابلے میں نمرود ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں فرعون اور ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حق کے ترجمان کی حیثیت سے مبعوث ہوئے جبکہ اس کے مقابلے میں ابوجہل، شیبہ، عتبہ وغیرہ نے باطل کی ترجمانی کی۔

کربلا کا معرکہ بھی اسی ازلی جنگ کی کڑی ہے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ

حق کے ترجمان جبکہ یزید پلید باطل کے ترجمان کی حیثیت سے سامنے آیا۔ اس معرکہ میں باطل کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ یزید اور یزیدیت پوری دنیا میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہی۔ جبکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حسینیت نے عزت و شرافت اور اقتدار میں اعلیٰ مقام و مرتبہ حاصل کرلیا۔ اسی لئے شاعر کیا خوب فرماتے ہیں کہ۔

قتل حسینؓ اصل میں مرگ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

واقعہ کربلا کو ہوئے صدیاں گذر گئیں اور اس لمبے عرصے میں عظیم ترین محققین، مفسرین، محدثین، فقہاء و صوفیائے کرام نے اس واقعہ پر بے شمار کتابیں لکھیں اور مستند و معتبر روایات اور حوالہ جات کی روشنی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مگر یہ انتہائی دکھ کی بات ہے کہ جس واقعہ میں کوئی اختلاف نہ تھا مگر چند سالوں سے ایسے ناپاک خارجی یزیدی پیدا ہو گئے جنہوں نے اس واقع کو مسخ کرنے کی سعی نامسعود کی اور یزید پلید کو جنت کا حقدار کہتے ہوئے اس کو رحمۃ اللہ علیہ یا رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ گویا کہ وہی حق و باطل کی کشمکش آج بھی جاری ہے۔ کہ حسینیت آج بھی قائم و دائم ہے جبکہ یزید کا دفاع کرنے والے علماء سو یزید کے مٹ جانے کے بعد بھی یزیدیت پر قائم ہے۔ ان یزیدیوں کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور علیہ السلام نے کیا کیا فرمایا تھا۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے نہیں فرمایا تھا کہ جو حسین سے محبت رکھیں اس نے مجھے سے محبت کی اور جس نے حسین کے ساتھ بغض رکھا گویا کہ اُس نے میرے ساتھ بغض رکھا" اب یہ ایمان کے دعویدار جواب دے کہ جس نے امام پاک کو اتنی مصیبتیں پہنچائی کیا وہ بھی جنت کا حقدار ہو سکتا ہے یا کم سے کم اتنا یاد رکھئے کہ کیا حسین اُس آقا علیہ السلام کا نواسہ نہیں جس نے ہمیں ایمان قرآن سب کچھ دیا جس کے طفیل سے ہم خود کو ایمان والا کہتے پھرتے ہیں۔ اعلیٰحضرت نے کیا خوب فرمایا ؎

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی

نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

خاکسار نے اس کتاب میں کافی کوشش اور جدوجہد سے ان بددیانت یزیدیوں کا دامن مکمل طور سے چاک کردیا ہے اور یزید کے متعلق علماء اہلسنت کے علاوہ ان کے علماء کی بھی تحقیق لکھی ہے۔

آخر پر میں ان تمام حضرات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں میرا مکمل تعاون فرمایا۔ بالخصوص قائد ملت امیر اہلسنت حضرت علامہ سید محمد اشرف صاحب اندرابی مدظلہ العالی کا میں بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف فرما کر نہ صرف اس کتاب پر تاثرات قلمبند کئے بلکہ اس کتاب کی مکمل تصحیح بھی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انکا سایہ ہم غریبوں پر تادیر قائم و دائم فرمائے۔ آپ کے علاوہ میرے استاد محترم حضرت مولانا شوکت حسین کینگ

صاحب قادری کا بھی میں بے حد مشکور ہوں جنہوں نے مجھے اس کام میں اپنے زریں خیالات سے نوازا۔ آپ کے علاوہ جناب صوفی محمد عارف رضوی صاحب، جناب عمر بشیر شاہ صاحب، برادرم جناب طاہر احمد بٹ صاحب، جناب مولینا نصر اللہ داؤدی صاحب وغیرہ کا بھی میں مشکور ہوں کہ ان تمام حضرات نے بھی اس کام میں مجھے مکمل تعاون فرمایا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت اطہار اور صحابہ کبار سے حقیقی محبت عطا فرمائے اور ہمیں حق کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

حقیر مبارک حسین نعمانی

نگاہ اولین

نمونۂ اسلاف قائد ملت امیر اہلسنت

حضرت علامہ سید محمد اشرف صاحب اندرابی قادری مدظلہ العالی

سرپرست اعلیٰ شاہ ہمدان میموریل ٹرسٹ پانپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم والہ وصحبہ اجمعین

حادثۂ کرب وبلا

کائنات انسانی میں حق وباطل کی کشمکش کی داستان اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود نوعِ انسان کی آفرینش کی تاریخ ہے۔

ازل سے ستیزہ کار رہا ہے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرارِ بولہبی (اقبال)

تاہم داستانِ عشق و مستی اور حکایت مہر و وفا کی جو تاریخ جریدہ عالم پر جگر گوشۂ مقصود کائنات، فخر موجودات خاتم النبیین صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ والہ وصحبہ اجمعین نے ثبت کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ بلاشبہ ایثار و قربانی کے جس جذبۂ صادق کا مظاہرہ قربان گاہِ ابراہیم واسماعیل نے منیٰ میں کیا اور جس کو دیکھ کر آسمان کی نوری مخلوق بھی حیرت واستعجاب کی تصویر بن گئے تھے۔ اس کی عملی تعبیر جس انداز سے امام الشھداء سیدنا حسین علی جدہ الکریم وعلیہ السلام نے اپنی اور اپنے جگر گوشوں، باوفا رفقا اور اعزہ واقارب کی قربانی دیکر پیش کی اس کی نظیر نہ تو اس سے قبل چشم فلک نے دیکھی تھی نہ اس کے بعد دیکھنے میں آئی نہ آئندہ اس کا وقوع پذیر ہونے کا کوئی امکان نظر آتا ہے۔ قربانی وایثار کا یہ عظیم الشان واقعہ پوری کائناتِ انسانی کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔

تاہم تاریخ اسلام کا غالباً یہ سب سے بڑا المیہ ہے کہ جس پیغمبر اعظم، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں نے اپنے محبوب آقا کی محبت کے تقاضوں کو اپنی جان و مال اولاد واحباب اور دنیا کی ہر چیز پر فوقیت دی اور عشق و محبت اور اتباع و اطاعت کے محیر العقول کارنامے انجام دیئے۔ ان ہی میں سے بعض حضرات کی ناخلف اولاد نے ملوکیت کی ”نوا ہائے بے جا“ کا شکار ہو کر اپنے آقا و مولا محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اطہار کو انتہائی بے دردی اور شقاوت سے شہید کیا اور خاندان نبوت کو تاراج کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، اس حادثۂ فاجعہ پر مسلمانوں ہی نے نہیں غیر مسلموں نے بھی خون کے آنسو بہائے ہیں، گذشتہ تقریباً پونے چوداں سو سال کے دوران واقعہ کربلا کے متعلق جو کچھ لکھا گیا، شاید اتنا دنیا کے کسی واقعہ کے بارے میں نہیں لکھا گیا۔ تقریباً دو صدیوں کے بعد اس کی تلخی کی قدر کم ہوئی تھی لیکن یہود نا مسعود کی سازشیں رنگ لائیں اور خارجیت اپنے نئے چہرے کے ساتھ نمودار ہوئی اور یزید علیہ ما علیہ کو امیر المومنین اور حق پرست ثابت کرنے اور امام عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو باغی (معاذ اللہ) قرار دینے کی مہم کا باقاعدہ آغاز کیا گیا نام نہاد تحقیق کے نام پر توہین خاندان رسالت علی صاحب الصلواۃ والسلام پر مبنی کتب و رسائل شائع ہو رہی ہیں، برصغیر پاک و ہند میں اس تحریک نے خوب پر پھیلائے ہیں اور بعض ''مدعی توحید'' مذہبی جماعتیں اس جہاد میں پیش پیش ہیں، حیرت افزا ہے یہ بات کہ یہ لوگ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ سے واقف ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے نواسوں کی مقدس ذوات کے ساتھ محبت کے علاقہ کا اعتراف بھی کرتے ہیں پھر نفس شیطان کے اغواء سے اہل بیت دشمنی اور یزید دوستی کی مہم پوری سرگرمیوں سے چلا رہے ہیں۔

ان حالات میں ہر محب اہل بیت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اہل بیت خاتم المرسلین کے فضائل و کمالات اور اسلام کی خاطر ان کی لا مثال و لازوال قربانی کی تبلیغ

واشاعت میں سعی بلیغ کرے اوران مسلم نما یہودنواز یزیدیوں کے پھیلائے ہوئے
غبار کودور کرنے کی حتی الامکان کوشش کرے۔

عزیز گرامی مولوی مبارک حسین صاحب نعمانی کی یہ کاوش اسی سلسلے کی
ایک کڑی ہے میں نے ان کی اس کتاب کو دیکھا، تاریخ وسیر اور احادیث صحیحہ کی
روشنی میں فضائل اہل بیت اور واقعہ کربلا کے متعلق صحیح معلومات کا یہ گلدستہ تیار کیا گیا
ہے بعض واقعات کے ضمن میں پیش کی گئیں بعض روایات ممکن ہے کہ محدثانہ اصولِ
حجت کے معیار پر پوری نہ اترتی ہوں، اول تو اس طرح کی روایات بہت کم ہیں۔
ثانیاً مدعا کو ثابت کرنے کے لئے صحیح روایات کی موجودگی چندان مضر نہیں۔

حق تعالیٰ عزیز مذکور کو جزاء خیر دے اور بارگاہ امام عالی مقام علی جدہ وعلیہ
السلام میں ان کا یہ ھدیہ عقیدت شریف قبولیت پائے۔

دعا گو

فقیر سید محمد اشرف اندرابی

خادم شاہ ہمدان میموریل ٹرسٹ پانپور

ودارالعلوم غوثیہ ہمدانیہ پلوامہ

تقریظ جمیل

خلیفہ حضرت تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد افضال قادری رضوی

مرکزی دارالافتا بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی ونسلم علی حبیبہ سید الانام وعلی آلہ و اصحابہ الکرام

عرس رضوی کے مبارک موقعہ پر تشریف لائے ہوئے جموں و کشمیر کے ایک مستند فاضل حضرت مولانا مبارک حسین صاحب نعمانی سے شرف ملاقات حاصل ہوا موصوف نے دوران گفتگو اپنی تازہ ترین تصنیف ''حادثۂ کرب وبلا'' کا تذکرہ اوراس پر کچھ تحریر کرنے کا حکم صادر کیا۔ میں نے اپنی گونا گوں مصروفیت اور پھراس پر مزید عرس رضوی کی گہما گہمی کے دوران موصوف کی تصنیف کو چند مقامات

سے دیکھا الحمد اللہ خوب سے خوب تر پایا۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو مقبول بارگاہ امام عالیمقام فرمائے اور مصنف کو دارین میں برکات سے مالا مال فرمائے (آمین)

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

محمد افضال رضوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف

۲۳ صفر ۱۴۳۲ھ

پیش لفظ

قلمِ گوہر جناب خطیب ملت حضرت علامہ مشتاق احمد خان صاحب

صدر انجمن تبلیغ الاسلام جموں وکشمیر (جنوبی کشمیر)

سر پرست اعلیٰ دار العلوم ھائے حنفیہ کشمیر

الحمد للہِ رب العالمین والصلوٰۃُ والسلام علےٰ

خیر المرسلین

وعلےٰ آلہٖ واصحابہٖ واولیائے امتہٖ اجمین...... امّا بعد

انّ الحسن آل العبا معۃٗ الحسین خیرُ النسّاء

ھم فی الجنان ساداتُنا صلوا علیھم دائماً

امام یافعیؒ

واقعۂ کربلا کے منظر پسِ منظر پر مختلف زبانوں بلا مبالغہ سینکڑوں کتابیں

معرضِ وجود آ چکی ہیں۔ ان کتابوں میں وہ کتابیں بھی شامل ہیں جن میں اس واقعہ کی حقیقت کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر علماء حق نے ہمیشہ فریضۂ حق سمجھ کر اعتدال کے ساتھ اس موضوع پر قلم اٹھایا۔

بحمد اللہ عزیز گرامی قدر نور چشم جناب مولٰنا مبارک حسین نعمانی نقشبندی نے گراں قدر تالیف سے اہل باطل کے دانت کھٹے کئے ہیں۔

امید ہے کہ کتاب کو اسی تناظر میں پڑھا جائیگا۔

خیر اندیش

مشتاق احمد خان

صدر انجمن تبلیغ الاسلام جنوبی کشمیر

نعت شریف

اعلحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ

عرش حق ہے مسندِ رفعت رُسول اللہ ﷺ کی
دیکھنی ہے حشر میں عزّت رسول اللہ ﷺ کی

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کی
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت اللہ ﷺ کی

کافروں پر تیغ والا سے گری برقِ غضب
ابر آسا چھاگئی ہیبت رسول اللہ ﷺ کی

لَا وَرَبِّ العَرش جس کو جو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ ﷺ کی

وہ جہنم میں گیا جو اُن سے مستغنی ہوا

ہے خلیل اللہؑ کو حاجت رسول اللہ ﷺ کی

سُورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ ﷺ کی

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دُور ہو
ہم رسول اللہؐ کے جنت رسول اللہ ﷺ کی

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں اُمت رسول اللہ ﷺ کی

نجدی اس نے تجھ کو مہلت دی کہ اس عالم میں ہے
کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ ﷺ کی

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا اُن سے فزوں
اور نہ کہنا نہیں عادت رسول اللہ ﷺ کی

اہل سُنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ ﷺ کی

خاک ہوکر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے اُلفت رسول اللہ ﷺ کی

ٹوٹ جائیں گے گنہ گاروں کے فوراً قید و بند
حشر کو کھل جائیگی طاقت رسول اللہ ﷺ کی

یارب اک ساعت میں ڈھل جائیں سیہ کاروں کے جُرم

جوش پر آجائے اب رحمت رسول اللہ ﷺ کی

ہے گلِ باغ قدس رُخسار زیبائے حضور

سروِ گلزارِ قدم قامت رسول اللہ ﷺ کی

اے رضؔا خود صاحب قرآن ہے مداحِ حضور

تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ ﷺ کی

در معنیٔ حریتِ اسلامیہ وسرّ حادثۂ کربلا

حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ

آں امامِ عاشقاں پورِ بتولؓ — سروِ آزادِ زبستان رسول ﷺ

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر — معنیٔ ذبح عظیم آمد پسر

بہر آں شاہزادۂ خیرالملل — دوشِ ختم المرسلین نعم الجمل

سرخ رو عشق غیور از خون او — شوخیِ ایں مصرع از مضمون او

درمیانِ اُمت آں کیواں جناب — ہمچو حرفِ قل ھواللہ در کتاب

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید — ایں دو قوت از حیات آید پدید

زندہ حق از قوتِ شبیری است — باطل آخر داغِ حسرت میری است

چوں خلافت رشتہ از قرآن گسیخت — حریت راز ہر اندر کام ریخت

خاست آں بر جلوہ خیرالامم — چوں سحاب قبلہ باراں در قدم

بر زمین کربلا بارید و رفت / لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت

تا قیامت قطع استبداد کرد / موج خون اور چمن ایجاد کرد

بہر حق در خاک وخوں غلطیدہ است / پس بنائے لاالہ گردیدہ است

مدعایش سلطنت بودے اگر / خود نکردے با چنین ساماں سفر

دشمناں چوں ریگ صحرا لاتعد / دوستان او بہ یزدان ہم عدد

سرِّ ابراہیم و اسماعیل بود / یعنی آں اجمال را تفصیل بود

عزم او چوں کوہساراں استوار / پائیدار و تند سیر و کامگار

تیغ بہر عزت دیں است وبس / مقصد او حفظ آئین است وبس

ماسوا اللہ را مسلمان بندہ نیست / پیش فرعونے سرش افگندہ نیست

خوں او تفسیر ایں اسرار کرد / ملت خوابیدہ را بیدار کرد

تیغ لا چوں از میاں بیرون کشید / از رگ ارباب باطل خون کشید

نقش الااللہ بر صحرا نوشت / سطر عنوان نجاتِ ما نوشت

رمز قرآن از حسین آموختیم / ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم

شوکت شام و فرِ بغداد رفت / سطوتِ غرناطہ ہم از یاد رفت

تار ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز / تازہ از تکبیر او ایمان ہنوز

اے صبا ای پیک دور افتادگان

اشک ما برخاک پاک او رسان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل بیت اطہار

ان کی پا کی کا خدائے پاک کرتا ہے بیان
آیت تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہل بیتؓ

(حسن رضا)

ہر نبی و رسول نے اپنے اپنے وقت میں اپنی قوم کو توحید باری تعالیٰ احکام الٰہیہ اور اپنی رسالت کی تبلیغ فرمائی اور اس کے ساتھ یہ بھی واضح کر دیا کہ اس تبلیغ واشاعت دین کا اجر ہم لوگوں سے طلب نہیں کرتے۔ چنانچہ حضرت ہود علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو احکام الٰہی بتائے اور عبادت الٰہی کی تبلیغ فرمائی تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:

وَيٰقَوْمِ لَآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۔ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي ۔ (سورہ ھود پ ۱۲، ع ۵)

"کہ اے قوم میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔"

پھر جب وقت آیا آمنہ کے لال کا اُمت کے غمخوار حضرت سید الابرار جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو آپ نے توحید باری تعالیٰ اپنی رسالت اور دعوت اسلام سے پتھروں کے پجاریوں کو ایک خدا کا پرستار بنایا اور دنیا کو کفر و شرک سے پاک فرما کر دولت ایمان سے سرشار فرمایا تو اللہ جل مجدہ الکریم کی طرف سے حکم ہوا۔

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ

(سورہ شوریٰ پ ۲۵ ع ۳)

"تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔"

یعنی اے محبوب علیہ السلام ان کو کہہ دے کہ اس تبلیغ و دعوت دینے اور تم کو ایمان کی دولت عطا کرنے کے صلے میں میں تم سے کسی مال و متاع کا مطالبہ نہیں کرتا۔ البتہ تم کو کلمہ پڑھانے کا اجر میں تم لوگوں سے یہ مانگتا ہوں کہ میری اہل بیتؓ سے محبت کرو۔

اس آیت مبارکہ کے پیش نظر یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ کہ

اگر کوئی مسلمان کلمہ بھی پڑھتا ہے روزے بھی رکھتا ہے نماز کا بھی پابند ہے حج وزکواۃ بھی ادا کرتا ہے اور ساری ساری رات شب بیداری میں گذارتا ہے لیکن دل اہل بیت کی محبت سے خالی ہے تو نہ اس کے کلمے پر کوئی اعتبار ہے اور نہ ہی اس کے ایمان کی کوئی قیمت۔ پیارے آقا علیہ السلام کا فرمان عالیشان ہیں کہ:

من مات علی حبِ الِ محمدٍ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مات مومناً ومن مات علی حُب آل محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم مات شہیداً

(نزھۃ المجالس جلد۲ صفحہ۲۲۲-تفسیر روح البیان جلد۳ صفحہ۵۳۴)

جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ مومن مرا اور جو بھی آل رسول کی محبت میں فوت ہوا اسے شہادت کا درجہ ملتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اہل بیت اطہار اور عترت رسول کون ہیں

امام رازی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ

لما نزلت هٰذه الاٰیة قیل یا رسول اللّٰہ من قرابتك هٰؤلاء الّذین وجبت علینا مودتهم فقال علی وفاطمة وابنا هما

(تفسیر کبیر جزء۲۷ صفحہ۱۶۶)

یعنی جب یہ آیت (قل لا اسئلکم علیہ اجراً) نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے وہ کون رشتہ دار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کردی گئی۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ علی، فاطمہ اور ان کے دونوں (حسن وحسین) ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

وعن عائشۃ قالت خرج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم غداۃ وعلیہ مرط مُرحل من شعر اسود فجاء الحسن فادخلہ ثم جاء الحسین فدخل معہ ثم جاءت فاطمۃ فادخلہا ثم جاء علیٌ فادخلہ ثم قال انما یریدُ اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویُطھرکم تطھیرا

(مسلم شریف بحوالہ مشکواۃ شریف صفحہ ۵۶۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور علیہ السلام اس حالت میں باہر نکلے کہ آپ کے اوپر کالا کمبل تھا پس حضرت امام حسن آگئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کمبل میں داخل کر لیا اور پھر حضرت امام حسین تشریف لائے اور وہ اس کمبل میں داخل ہو گئے پھر حضرت فاطمہ تشریف لائی تو وہ بھی

اس میں داخل ہوئی پھر حضرت علی تشریف لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اسی کمبل میں داخل کر لیا۔ اور پھر نبی کریم علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

انّما یُرِیدُ اللہُ لِیُذْہِب عنکم الرِّجس اہل البیت ویطہر کم تطہیراً

پھر عرج کی اے میرے اللہ یہی میری اہل بیت ہے۔ پس تو ان کو پاک کردے اور ان کی نجاست دور کردے۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

عن سعد بن ابی وقاص قال لما نزلت ھٰذہٖ الاٰیۃُ نَدعُ ابناء نا و ابناء کم دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا وفاطمۃ وحسنا وحسینا فقال اللّھم ھٰؤلاءِ اہل بیتی

(مسلم، ترمذی، بحوالہ مشکوۃ صفحہ ۵٦۸)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے آیت مباہلہ نازل ہوئی (سورہ آل عمران ع ۱۴۶) تو نبی کریم علیہ السلام نے حضرت علی و فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلایا اور عرض کی کہ اے میرے اللہ

یہ میری اہل بیت ہے۔

مولٰینا سید محمد قاسم شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل بیت سے حضرت فاطمۃ زہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت علی مرتضٰی، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم مراد ہیں اور امہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ عنھن اجمعین بھی اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہیں۔(تریاق اکبر)

مذکورہ بالا احادیث نبوی اور آیات قرآنی اور علماء کی تحقیق سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اہل بیت رسول یہی نفوسِ قدسیہ ہیں یعنی حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم۔

انہی کے بارے میں پیارے آقا علیہ السلام کا فرمان عالیشان ہیں کہ

عن جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنہما قال رایت رسول اللّٰہ صلیٰ اللّٰہ علیہ وسلم فی حجتہٖ یوم عرفۃ وھو علی ناقتہ القصواء یخطب فسمعتہ یقول یاایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللّٰہ وعترتی اہل بیتی

(رواہ ترمذی کتاب، المناقب)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجتہ الوداع کے موقع پر عرفہ

کے دن اپنی اونٹنی قصواء پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔ میں نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی کہ اگر تم اسے پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور میرے گھر والے (اہل بیت)

دوسری روایت میں ہیں کہ

عن ابی ذرؓ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح علیہ السلام من رکبَ فیها نجا، ومن تخلّف عنها غرق (رواہ طبرانی)

حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے اہل بیت کی مثال اے مسلمانو تمہارے لئے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی ہے جو شخص اس میں سوار ہو گیا بچ گیا اور جو سوار نہ ہوا غرق ہو گیا۔

ایک اور روایات میں ہے کہ

عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی عن ابیه قال قال رسول الله صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یومن عبد حتی اکون احب الیه من نفسه واهلی احب الیه من اهله

وعترتی احب الیہ من عترتہ وذاتی احب الیہ من ذاتہ (رواہ الطبرانی والھیتمی والبیھقی)

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں اور میرے اہل بیت اسے اس کے اہل خانہ سے محبوب تر نہ ہو جائیں اور میری اولاد اسے اپنی اولاد سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے اور میری ذات اسے اپنی ذات سے محبوب تر نہ ہو جائے۔

اس حدیث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ ایمان کی علامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اہل بیت اطہار کی محبت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اولاد کی محبت ہیں۔

اولاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس حدیث میں اولاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے لہٰذا یہاں اس بات کا ذکر کرنا لازمی ہے کہ اولاد سے کون مراد ہیں۔ ایک تو ہو گئے وہ اولاد جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر اولاد ہیں اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

عن عمر رضی اللّٰہ عنہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول کل بنی اُنثیٰ فانّ عصبتہُم لِاَبیھم ما خلاوُلد فاطمۃ فانی انا عصبتہم وانا ابوھم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا۔ ہر عورت کی اولاد کا نسب اپنے باپ کی طرف ہوتا ہے سوائے اولادِ فاطمہ کے کہ میں ہی ان کا نسب اور میں ہی ان کا باپ ہوں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ

عن جابر رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انّ اللّٰہ عزوجل جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہٖ وان اللّٰہ جعل ذریتی فی صلب علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ

(رواہ الطبرانی والھیثمی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس کی صلب میں رکھی اور بے شک اللہ تعالیٰ نے میری اولاد علی ابن ابی طالب رضی

اللہ عنہ کی صلب میں رکھی۔

الغرض ان تمام روایتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن پاک کی عظمت کے ساتھ ساتھ اہل بیت عظام کی تعظیم وتکریم، محبت والفت اور غلامی ہر ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی پر لازمی ہے اگر کوئی مسلمان ان دونوں (قرآن اورا ہلبیت) میں سے کسی ایک کو ہی مرکز ہدایت سمجھے گا تو عمر بھر راہ حق سے دور رہیگا۔

اہل بیت کی تشریح کے بعد اب اہل بیت اطہار کے علیحدہ علیحدہ فضال مناقب بیان کئے جاتے ہیں تاکہ اس کے مطالعہ سے ہر عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دین وایمان کو تازہ کرے۔

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد اور والد کا نام عمران ہے اور کنیت ابو طالب۔ آپ کعبہ میں تولد ہوئے۔ آپ کا اسم شریف علی اور حیدر ہے۔ کرار آپ کا لقب اور ابوالحسن اور ابوتراب آپ کی کنیت ہے۔ ابوتراب سے پکارنا آپ کو بہت پسند تھا کیونکہ اس نام سے آپ کو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے پکارا تھا۔ بخاری شریف میں ہے کہ آپ مسجد کی دیوار کے پاس لیٹے ہوئے تھے اور پشت مبارک میں مٹی لگ گئی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا اِجلِس یا اَبَا تُراب یعنی

(بخاری شریف ج۲ص۴۰۲)

اٹھئے اے ابوتراب

نزھۃ المجالس میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت سے

پہلے یہ کرامت تھی اَنَّہٗ کَانَ یتعرّض فی بطن اُمہٖ

فیمنعھا من السّجُود للصنم اذا ارادت ذالك

(نزھۃ المجالس ج۲ص۲۱۰)

کہ آپ کی والدہ بُت پرست تھی مگر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے بطن میں آئے تو آپ کی والدہ جب کبھی کسی بت کو سجدہ کرنے کا ارادہ کرتیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ روک دیتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب:

آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے علی ابن ابی طالب المعروف بہ عبدمناف بن عبدالمطلب معروف بہ شیبہ بن ہاشم المعروف بہ عمر بن عبدمناف المعروف بہ مغیرہ بن قصی المعروف بہ زید بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لوّی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ،

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ھاشم تھا اور آپ ہی پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت فرمائی۔ حضرت علی کرم اللہ

وجہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور رشتہ مواخات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

آپ تمام غزوات میں سوائے غزوۂ تبوک کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنا خلیفہ بنا کر مدینہ منورہ میں چھوڑ دیا تھا، تمام غزوات اور دوسری جنگوں میں آپ سے بہادرانہ کارنامے اور دلاورانہ کمالات مشہور ہیں۔

بخاری شریف و مسلم شریف میں ہے کہ:

عن سَہْل بن سعْد انَّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لاُعطین ھٰذہٖ الرَّایۃَ غَدًا رجُلا یفتحُ اللہ علیٰ یُدیہ یُحِبُّ اللہ ورسولہٗ ویُحبہ اللّٰہ ورسولہٗ

(بخاری مسلم ترمذی۔ مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۳)

حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ خیبر کے موقع پر نبی کے غلاموں نے عرض کی کہ خیبر کا قلعہ فتح نہیں ہوتا تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں اسلام کا جھنڈا اس شخص کو دوں گا جسکے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ فتح دے گا وہ ایسا آدمی ہے جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کرتا ہے۔

صبح ہوئی تو ہر مسلمان کی یہ تمنا تھی کہ اسلام کا جھنڈا مجھے عطا ہو۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا أَیْنَ عَلی ابن ابی طالب۔ کہ حضرت علی کہاں ہے۔ صحابہ نے عرض کی کہ ان کی آنکھیں دُکھتی ہیں۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کو بلاؤ اور جب حضرت علی حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن علی المرتضیٰ کی آنکھوں پر لگا دیا کہ اُسی وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ٹھیک ہو گئی۔ پھر کیا تھا لشکر اسلام لے کر خیبر کی طرف روانہ ہوا اور خیبر کی اس پتھریلی زمین پر علم اسلام گاڑ دیا۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جنگ خیبر میں آپ نے اپنی پیٹھ پر خیبر کا دروازہ اٹھالیا تھا اور مسلمان اس دروازے پر چڑھ چڑھ کر قلعہ کے اندر داخل ہو گئے تھے اور خیبر کو فتح کر لیا تھا اُس کے بعد آپ نے وہ دروازہ پھینک دیا۔ جب اس دروازے کو گھسیٹ کر دوسری جگہ ڈالا جانے لگا تو چالیس افراد نے اس کو اٹھایا تھا۔ (ابن عساکر بحوالہ تاریخ الخلفاء)

ایک دن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کوفہ کی جامع مسجد میں مصلّے پر بیٹھے جو کی روٹی کے سوکھے ہوئے ٹکڑے کھا رہے تھے اور وہ ٹکڑے چبائے نہیں جاتے تھے۔ دو آدمی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہاں تو آپ نے درِ خیبر کے دروازے کو توڑ دیا اور یہاں یہ سوکھے ہوئے ٹکڑے چبا نہیں سکتے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسکرا کر فرمایا کہ سوکھے ہوئے ٹکڑے کھا رہا ہوں تو

علی کی اپنی طاقت خرچ ہورہی ہے مگر خیبر کے قلعے کو توڑنے والی تو محمد (علیہ اسلام) کی لگام تھی۔ گویا روٹی کے سوکھے ٹکڑے کھانے والی علیؓ کی قوت جسمانی ہے اور درخیبر اکھاڑنے والی علیؓ کی قوت ایمانی تھی جواب بھی موجود ہے۔

امام احمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جتنی احادیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد ہیں کسی اور صحابی کی فضیلت میں وارد نہیں ہوئی ہیں۔

(حاکم بحوالہ تاریخ الخلفا)

علی رضی اللہ عنہ کے علم کے بارے میں پیارے آقا (علیہ اسلام) نے فرمایا کہ:

اَنَا دَارُ الحِکمَۃِ وَعَلِیٌّ بابُہا (ترمذی شریف، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۴)

کہ میں حکمت کا شہر ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہے۔

اور علامہ دوانی نے اخلاق جلالی میں حکمت کی تعریف یہ کی ہے کہ عالم موجودات کو طاقتِ بشری کے ساتھ کما حقہ، جاننا اور جب حضرت علی باب علم وحکمت ہیں تو پھر اس ساری کائنات اور عالم موجودات کا علمِ ان کو کیوں نہ ہوتا۔

(خاک کربلا صفحہ ۱۹)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ جل مجدہ الکریم نے کتنے علم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نوازا تھا اس کا اندازہ آپ اس سے بھی لگا سکتے ہیں کہ تفسیر روح البیان میں اس آیت (وَفِیۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ) کے تحت علامہ شیخ اسماعیل حقی

علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں کہ مدینہ منورہ کے بعض منافقین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر اعتراض کیا۔ جس کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوا۔ آپ نے سارے شہر میں منادی کرادی اور تمام لوگوں کو مسجد نبوی میں جمع کرادیا۔ پھر آپ نے منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض کرنے والوں سے فرمایا کہ میں نبی نہیں بلکہ نبی کا غلام علی ہوں اور پھر فرمایا:

سَلُوْنِی عَمَّادُوْنَ الْعَرْشِ (پوچھو مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو میں تم کو عرش اعظم کی باتیں بھی بتادوں گا)

ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور بولا کہ جب آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے تو بتاؤ هَلْ رَأَیْتَ رَبَّكَ یَاعَلِیُّ ۔ کہ اے علی کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں ایک سجدہ کرتا ہوں اور دوسرا اُس وقت تک نہیں کرتا جب تک کہ خُدا کو نہ دیکھ لوں۔

علامہ عبدالرحمن الصفوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

قَالَ عَلِیٌّ سَلُوْنِی عَنْ طُرُقِ السَّمٰوٰتِ فَاِنِّیْ اَعْلَمُ بِهَا مِنْ طُرُقِ الْاَرْضِ

(رواہ نسفی علیہ الرحمہ بحوالہ نزھۃ المجالس)

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو مجھ سے آسمانوں کے راستے دریافت کرلو۔ انہیں میں زمین کے راستوں سے زیادہ جانتا ہوں۔

فَجَاءَ جِبْرَئِیلُ فِی صُوْرَۃِ رَجُلٍ پس حضرت جبریل امین علیہ السلام انسانی صورت میں آئے اور کہا کہ اگر آپ اپنے قول میں صادق ہیں تو بتائیں اس وقت جبرائیل کہاں ہیں آپ نے آسمان کی طرف دیکھا پھر دائیں، بائیں نظر کی، اوپر دیکھا، نیچے دیکھا اور فرمایا میں نے جبرائیل کو آسمانوں اور زمینوں میں دیکھا مگر انہیں نہ پایا ادھر اُدھر نگاہ کی مگر کہیں نظر نہ آئے لہٰذا آگاہ ہو جایئے تم خود ہی جبرائیل ہو! جو انسانی صورت میں میرے پاس سوال کرنے آئے ہو! پھر کسی نے پوچھا کہ اے علی رضی اللہ عنہ اتنا علم کہاں سے آگیا تو جواب فرمایا کہ یہ سب نبی اکرم علیہ السلام کے لعاب پاک کا صدقہ ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"چوں غسل دادہ شدہ آنحضرت راجمع شد آب در پلکھائے وے پس برداشتم من برزبان خود آں را فرو بردم"

(اشعۃ اللمعات باب وفات النبی علیہ السلام)

کہ جب میں نے حضور علیہ السلام کو آخری غسل دیا تو پانی کے چند قطرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس پلکوں پر ٹھہرے رہے تو میں نے انکو اپنی زبان سے چوس لیا، بس پھر علم کا سمندر میرے سینے میں ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

محبوب ترین شخص

عَنْ اَنس بنِ مَالِكٍ رضی اللّٰہ عنہ قَالَ كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم طَيْرٌ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ ائْتِنِیْ بِاَحَبِّ خَلْقِكَ اِلَيْكَ بِاُكُلُ مَعِیَ هٰذَا الطَّيْرَ فَجَاءَ عَلِیٌّ فَاَكَلَ مَعَهٗ

(راوہ الترمذی کتاب المناقب والطمرانی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ کے پاس ایک پرندے کا گوشت تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی یا اللہ اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص میرے پاس بھیج تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ گوشت تناول کیا۔

عَنْ بُرَيْدَةَ رضی اللّٰہ عنہ قَالَ كَانَ اَحَبَّ النِّسَاءِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہ ،صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وطِ مَةُ رضی اللّٰہ عنہا وَمِنَ الرِّجَالِ عَلِیٌّ

(ترمذی کتاب المناقب والحاکم)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھی اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

مولا علی رضی اللہ عنہ

وَعَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہٗ

(رواۃ احمد والترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۴)

حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں، اُسی کا علی مولاہ ہے۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قَالَ اِنَّ عَلِیًّا مِنِّی وَاَنَا مِنْہُ وَھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِیْ،

(رواہ الترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۴)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک علی مجھ سے ہے اور میں اس سے
ہوں اور میرے بعد وہ ہر مسلمان کا ولی ہے۔

محبتِ علی رضی اللہ عنہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ
لَا يُحِبُّ عَلِيًّا مُنَافِقٌ وَلَا يُبْغِضُهُ مُؤْمِنٌ

(ترمذی کتاب المناقب)

رسول اللہ صلی اللہ عالیہ وسلم فرمایا کرتے کسی منافق کو علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں ہو سکتی اور کوئی مومن آپ سے بغض نہیں رکھتا۔

عَنْ سَلْمَانَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
لِعَلِيٍّ مُحِبُّكَ مُحِبِّيْ وَمُبْغِضُكَ مُبْغِضِيْ

(رواه الطبرانی بحوالہ عرفان السنہ)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تجھ سے محبت کرنے والا مجھ سے محبت کرنے والا ہے اور تجھ سے بغض رکھنے والا مجھ سے بغض رکھنے والا ہے۔

زیارت علی رضی اللہ عنہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلنَّظْرُ اِلیٰ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ کہ علی کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔

(رواہ الطبرانی بحوالہ تاریخ الخلفاء)

الغرض اسی بنا پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نام مبارک کے ساتھ کرّم اللہ وجہہ بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تمام صفات وکمالات سے پُر تھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کا مقام بے حد بلند وبالا فرمایا ہے۔

وہ رازدارِ خفی جلی ہے جدھر بھی دیکھو علی علی ہے

گواہ مدینے کی ہر گلی ہے جدھر بھی دیکھو علی علی ہے

سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا

خونِ خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

اُس بتول جگر پارۂ مصطفےٰ حجلہ آرائے عفّت پہ لاکھوں سلام

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے اُس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ

جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

آپ رضی اللہ عنہا کا نام نامی اسم گرامی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور القاب سیدۃ النساء، زہرا، بتول ہیں۔ حضور علیہ السلام کا فرمان عالیشان ہے جس کو طبرانی نے اپنے ثقہ راویوں کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اِنَّمَا سَمَّیْتُ فَاطِمَۃَ لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ قَدْ فِطَمَہَا وَذُرِّیَّتَہَا عَنِ النَّارِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (الطبرانی)

یعنی میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لئے رکھا ہے کہ اللہ جل مجدہ الکریم اس کو اور اس کی اولاد کو قیامت کے دن کوئی عذاب نہیں دے گا۔

حکیم الامت حضرت علامہ احمد یار خان نعیمی صاحب فرماتے ہیں۔

بتول و فاطمہ زہرا لقب اس واسطے پایا

کہ دنیا میں رہیں اور دیں پتہ جنت کی نکہت کا

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکتالیسویں سال میں ہوئی اہل سیر کہتے ہیں کہ یہ قول ابوبکر رازی کا ہے اور یہ قول اس کے مخالف ہے جسے ابن اسحاق نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے بارے میں بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد اعلان نبوت سے قبل پیدا ہوئی ہیں بجز حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے۔ اس لئے کہ اس قول کے بموجب سیدہ فاطمہ کی ولادت بعد از اعلان نبوت ایک سال بعد ہوتی ہے۔ ابن

جوزی نے کہا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت، اعلانِ نبوت سے پانچ سال پہلے ہے۔ مشہور تر روایت یہی ہے۔ (مدراج النبوۃ ج ۲ صفحہ ۷۸۷)

پیارے آقا علیہ السلام کا فرمان عالیشان ہیں کہ

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّىْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِىْ (متفق علیہ)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے پس جس نے اسے ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِفَاطِمَةَ اِنَّ اللّٰهَ يَغْضَبُ لِغَضَبِكِ وَيَرْضٰى لِرِضَاكِ (رواہ الحاکم والطبرانی)

حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری ناراضگی پر ناراض ہوتا ہے اور تمہاری رضا پر راضی ہوتا ہے۔

عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ اَحَبُّ النِّسَاءِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ وَمِنَ الرِّجَالِ

عَلِیٌ (رواۃ الترمذی والنسائی والحاکم)

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے تھی اور مردوں میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ محبوب تھے۔

جنتی عورتوں کی سردار

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا تَرْضَیْنَ اَنْ تَکُوْنِیْ سَیِّدَۃَ النِّسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا کیا تو اس پر خوش نہیں کہ تجھے تمام جنّت کی عورتوں کا سردار بنادیا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ

''بدآنکہ ایں حدیث دلالت دارد بر فضلِ فاطمہ بر تمامۂ نساءِ مومنات، حتیٰ کہ از مریم و آسیہ و خدیجہ و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھنّ''

کہ یہ حدیث پاک تمام مسلمان عورتوں پر حضرت فاطمہ کی فضیلت ثابت

کرتی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت مریم، حضرت آسیہ، حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ پر بھی۔ اسی لئے درویش لاہوری حضرت علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

مریم از یک نسبتِ عیسیٰ عزیز
از سہ نسبت حضرتِ زہرا عزیز
نورِ چشم رحمۃ اللعالمین!
آں امامِ اولین و آخرین
بانوے آں تاجدار ھل اتیٰ
مرتضیٰ مشکلکشا شیر خدا
مادرِ آں مرکز پرکارِ عشق
مادر آں قافلۂ سالار عشق

یعنی حضرت مریم علیہ السلام صرف ایک وجہ سے دنیا میں ممتاز ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ لیکن فاطمہ زہرا تین وجوہ سے دنیا میں ممتاز ہیں۔ پہلی وجہ کہ وہ رحمت دو جہاں علیہ السلام کی لخت جگر ہیں اور دوسری وجہ کہ وہ حضرت علی جو مرتضیٰ بھی ہیں مشکلکشا بھی ہیں اور شیر خدا بھی ہیں کہ زوجہ محترمہ ہیں اور تیسری وجہ کہ وہ عشق کے پرکار کے مرکز حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور عشق کے قافلے کے سردار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ماں ہیں۔

عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَۃَ اَنَّھَا قَالَتْ کَانَتْ فَاطِمَۃُ

اِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحَّبَ بِهَا وَقَامَ اِلَيْهَا فَأَخَذَ بِيَدِهَا فَقَبَّلَهَا وَاَجْلَسَهَا فِيْ مَجْلِسِهٖ

(رواہ الحاکم بحوالہ عرفان السنہ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتیں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ کو خوش آمدید کہتے، کھڑے ہوکر ان کا استقبال کرتے، ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے اور انہیں اپنی نشست پر بٹھالیتے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح

ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے تشریف لائے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسی خوشی ہے، فرمایا ایک تازہ خوش خبری جو ابھی میرے پروردگار کی طرف سے علی اور فاطمہ کے بارے میں آئی ہے، آج خدا تعالیٰ نے فاطمہ کو علی کے نکاح میں دے دیا ہے۔ (نزھۃ المجالس ج۲ صفحہ ۳۷۸)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَةَ

مِنْ عَلِیٍّ (رواہ الطبرانی)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کردوں۔

حضرت علامہ حسین احمد کاشفی مناقب خوارزمی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آسمان پر حضرت فاطمہؓ و حضرت علیؓ کے نکاح کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے ان کا عقد نکاح آسمان پر اس طرح منعقد کیا کہ سب سے پہلے بہشت بریں کو حکم فرمایا کہ وہ خود کو زیب و زینت سے اچھی طرح آراستہ و پیراستہ کرلیں اور پھر حوران بہشتی کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو زیور ہائے جنت سے اچھی طرح مزین کرلیں۔ اور پھر شجر طوبیٰ کو حکم دیا کہ وہ خود کو زریں برگ و بار سے بارآور کرے۔ اس کے بعد آسمانوں کے تمام فرشتوں کو حکم فرمایا کہ سب کے سب چوتھے آسمان پر بیت المعمور کے نزدیک جمع ہوجائیں۔ تو جب یہ سب کچھ ہوگیا تو نور کا وہ منبر جو بیت المعمور کے سامنے رکھا ہوا ہے اس پر بیٹھ کر حضرت آدم علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے راحیل فرشتہ کو حکم دیا کہ وہ منبر پر آئے اور حمد و ثنا بیان کرے کیونکہ وہ تمام فرشتوں میں سب سے زیادہ شیریں کلام تھے۔ پس راحیل فرشتے نے خطبہ پڑھا تو آسمان کے سارے فرشتے اس

کی خوش الحانی پر جھومنے لگے۔ بعدازاں اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ اے جبرئیل میں نے اپنی کنیز فاطمہ بنت محمد کے ساتھ اپنے بندہ علی ابن ابی طالب کا نکاح کر دیا ہے تو بھی اس نکاح مبارکہ کو ملائکہ کرام میں منعقد کر۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان دونوں کا عقد نکاح کر کے تمام ملائکہ کو گواہ کیا اور یہ تمام واقعہ دستاویز کی صورت میں اس ریشمی کپڑے پر تحریر کر دیا گیا۔ اور مجھے حکم خداوندی ہوا ہے کہ اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دوں۔ (روضۃ الشہداء ج اول صفحہ ۲۸۸ بحوالہ تاریخ کربلا)

پیارے آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ

اِبۡنَتِیۡ فَاطِمَۃَ حَوۡرَآءُ اٰدَمِیَّۃٌ لَمۡ تَحِضۡ وَلَمۡ تَطۡمُثۡ

(الامن والعلیٰ ص ۲۰۲)

یعنی میری لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا انسانی حور ہے کہ نجاستوں کے عارضے (حیض ونفاس) سے پاک ومنزہ ہے۔

وصالِ فاطمہ رضی اللہ عنہا

خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب بیمار ہوئیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہ نے ان سے فرمایا اے فاطمہ! میری یہ وصیت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچو تو میرا سلام عرض کرنا اور کہنا یارسول اللہ میں آپ کا

بڑا مشتاق ہوں حضرت فاطمہ نے فرمایا اور میری بھی ایک وصیت ہے اور وہ یہ کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھ پر چیخ چلا کر ماتم نہ کرنا اور میرے نور چشم حسن و حسین کو مارنا نہیں اور اے شیر خدا وہ دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کے انبوہ میں تشریف لے آئے ہیں اب جا رہی ہوں اور میرے انتقال کے بعد فلاں جگہ میں نے ایک کاغذ کا ٹکڑا بڑی حفاظت سے رکھا ہے اس کاغذ کو نکال کر میرے کفن میں رکھ دینا اور اسے پڑھنا نہیں۔ حضرت علی نے فرمایا فاطمہ رسول اللہ کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ مجھے بتا دو کہ اس کاغذ پر کیا لکھا ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا نکاح جب آپ سے ہونے لگا تھا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا یا فاطمہ میں علی سے چار سو مثقال چاندی کے مہر پر تمہارا نکاح کرنے والا ہوں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ علی مجھے منظور ہیں لیکن اتنا مہر مجھے منظور نہیں۔ اتنے میں جبرئیل امین نے حاضر ہو کر حضور سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا فرماتا ہے کہ میں جنت اور اس کی نعمتیں فاطمہ کا مہر مقرر کرتا ہوں حضور نے مجھے اس کی خبر دی تو میں پھر بھی راضی نہ ہوئی حضور نے فرمایا تو پھر تم خود ہی بتاؤ کہ مہر کیا ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہر وقت اپنی اُمت کے غم میں رہتے ہیں میں چاہتی ہوں کہ آپ کے گنہگار امت کی بخشش میرا مہر مقرر ہو چنانچہ جبرئیل واپس گئے اور پھر یہ کاغذ کا ٹکڑا لے کر آئے جس میں لکھا ہے۔

جَعَلْتُ شِفَاعَةَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَدَاقَ فَاطِمَه

(جامع المعجزات مصری ص ٦٢ بحوالہ سچی حکایات)

میں نے امت محمد کی شفاعت فاطمہ کا مہر مقرر کیا۔

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی وفات، شب سہ شنبہ تیسری ماہ رمضان ۱۱ھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد واقع ہوئی یہی قول مشہور و صحیح ہے اور بھی کئی قول ہیں لیکن وہ درجۂ صحت سے دور ہیں اور مزار بقیع شریف میں، رات میں مدفون ہوئیں۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ صفحہ ۷۹۰)

علامہ شیخ محمد اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ "اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا" کے تحت لکھتے ہیں۔

اِنَّ فَاطِمَةَ الزَّهْرَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَمَّا نَزَلَ عَلَيْهَا مَلَكُ الْمَوْتِ لَمْ تَرْضَ بِقَبْضِهَا قَبَضَ اللّٰهُ رُوْحَهَا (تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۴۰۳)

جب خدا تعالیٰ نے ملک الموت کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح قبض کرنے کے لئے بھیجا تو وہ اس پر راضی نہ ہوئیں (ملک الموت کا غیر محرم ہونے کی وجہ سے) تو پھر خدا تعالیٰ نے حضرت فاطمہ کی روح پاک خود قبض کی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے محل دفن میں اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ

آپ کا مرقد بقیع میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبہ میں ہے جہاں تمام اہل بیت نبوت آسودہ ہیں اور بعض کا خیال یہ ہے کہ ان کا مدفن ان کے گھر میں ہی ہے جو کہ مسجد نبوی شریف میں ہے ان کا جنازہ گھر سے باہر نہ نکالا گیا۔ آج بھی ان کی زیارت وہی مشہور ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا مزار شریف بقیع کی مسجد میں ہے جو قبہ عباسی کے نام سے منسوب ہے اور شرقی کی جانب ہے۔ امام غزالی نے بقیع کی زیارت میں اس مسجد کا ذکر کیا ہے اور اس میں نماز پڑھنے کی وصیت کی ہے۔ بعض اور حضرات نے بھی اس مسجد شریف کا ذکر کیا ہے اور کہتے ہیں کہ وہ "بیت الحزن" کے نام سے معروف ہے کیونکہ سید فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے غم وجدائی کی مصیبت کے زمانہ میں لوگوں کی صحبت سے پریشان ہو کر تنہائی اختیار کر کے اس جگہ قیام پذیر ہو گئی تھی نیز کہتے ہیں کہ اس جگہ ایک گھر ہے جسے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے بقیع میں لیا تھا (واللہ اعلم) پہلا قول صحیح اور اخبار و آثار کے موافق ہے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ صفحہ ۷۹۱)

اولاد امجاد

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چھ اولاد ہوئی۔ تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں۔

تین صاحبزادے:

ا۔حضرت امام حسن ؛۲۔حضرت امام حسین ؛۳۔حضرت محسن رضی اللہ عنہم

تین صاحبزادیاں:

ا۔ام کلثوم ؛۲۔حضرت زینبؓ ؛۳۔حضرت رقیہ رضی اللہ عنھن

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حسن مجتبیٰ سید الاسخیا　　　راکب دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰحضرت)

نام ونسب

آپ رضی اللہ عنہ کا نام نامی اسم گرامی حسن ہے کنیت ابومحمد اور القاب تقی و سید اور ریحانۃ النبی ہے۔ ائمہ اثناء عشریہ (بارہ اماموں) میں دوسرے امام ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ شب منگل مدینہ منورہ میں ہوئی۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ حضرت اسماء بنت عمیس نے حضرت امام حسن کی ولادت باسعادت کی خوشخبری پہنچائی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی خوشی کے عالم میں حضرت فاطمہ رضی

اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور حضرت اسماء سے فرمایا کہ میرے فرزند کو لاؤ۔ حضرت اسماء نے حضرت امام حسن کو زرد رنگ کے کپڑے میں لپیٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش رحمت میں دے دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہزادے کے جسم پر زرد رنگ کا کپڑا دیکھا تو فوراً اس کپڑے کو علاحدہ کر دیا اور حضرت اسماء سے فرمایا کہ میرے شہزادے کو زرد کپڑے میں نہ لپیٹا کرو۔ چنانچہ حضرت اسماء جلدی سفید کپڑا لے آئیں اور شہزادے کو اس سفید کپڑے میں لپیٹ کر بارگاہ نبوی میں پیش کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اس کا کیا نام رکھا ہے علی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری کیا مجال کہ میں آپ سے پہلے اس فرزند ارجمند کا نام رکھ لوں۔ تاہم اگر آپ اجازت فرمائیں تو میرے دل میں ایک خیال آتا ہے کہ ان کا نام حرب رکھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اس کا نام تجویز کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر سبقت نہیں کر سکتے۔ یکایک جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ: اللہ تعالیٰ سلام کے بعد اس فرزند کی ولادت پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کو آپ کی بارگاہ میں وہ قرب حاصل ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں تھا۔ لہٰذا اس فرزند کا نام حضرت ہارون علیہ السلام کے فرزند شبّر کے نام پر رکھو۔ جس کے معنی حسن کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوندی اپنے

فرزندار جمند کا نام حسن رکھا اور پیدائش کے ساتویں دن سیاہ دھبوں والے سفید رنگ کے دو مینڈھے ذبح کئے اور حضرت امام کا عقیقہ فرمایا: بعدہ شہزادے کے سر کے بال اتروا کران کے ہموزن چاندی خیرات کردی۔

(تاریخ الخلفاء ص، روضۃ الشہداء ج ا صفحہ ۳۹۷)

عَنْ أُسَامَةَ ابْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ كَانَ يَأْخُذُهٗ وَالْحَسَنَ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا اَوْ كَمَا قَالَ

(رواہُ البخاری کتاب المناقب)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اور امام حسن کو (گود میں) لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔ یا جو کچھ فرمایا۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ عَلٰى عَاتِقِهٖ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أُحِبُّهٗ فَأَحِبَّهٗ (بخاری کتاب المناقب، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۸)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے امام حسن کو اپنے کندھے

پر اٹھایا ہوا تھا اور فرما رہے تھے اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔

عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ الْحَارِثِ قَالَ رَأَيْتُ اَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَحَمَلَ الْحَسَنَ وَهُوَ يَقُوْلُ بِاَبِیْ شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ لَيْسَ شَبِيْهًا بِعَلِيٍّ وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ

(بخاری شریف کتاب المناقب)

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے امام حسن کو اٹھایا ہوا تھا اور فرما رہے تھے میرے باپ آپ پر قربان، تم رسول خدا کے مشابہ ہو حضرت علی کے مشابہ نہیں ہو اور حضرت علی ہنس رہے تھے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ مِنَ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ

(بخاری شریف کتاب المناقب، ترمذی ابواب المناقب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بڑھکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہ تھا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بے شمار مناقب وفضائل ہیں آپ بڑے

بردبار حلیم الطبع، عزت وشان والے پُروقار صاحبِ جاہ وحشم تھے۔ آپ فتنہ وفساد اور خوں ریزی کو ناپسند فرماتے تھے آپ سخاوت میں بے بدل تھے، بسا اوقات ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ درہم عطا فرمادیتے تھے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ایسے بردبار تھے کہ

ابن عساکر نے جویریہ بن اسماء کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے جنازے میں مروان نے جب گریہ وزاری کی تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اب تو روتا ہے اور آپ کی زندگی میں تو نے ان کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا اور کیا کچھ نہیں کہا، یہ سن کر مروان نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے میں ایسا اس شخص کے ساتھ کرتا تھا جو اس پہاڑ (پہاڑ کی طرف اشارہ کرکے) سے بھی زیادہ حلیم وبردبار تھا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۸۱)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خوں ریزی کو اتنا ناپسند کرتے تھے کہ اسی خون ریزی کو روکنے کیلئے خلافت تک چھوڑ دی، صرف چھ مہینے خلافت کے منصب پر فائز رہے۔ اور غیب بتانے والے پیارے آقا علیہ السلام کے اُس حدیث کی تصدیق فرمائی۔ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

عَنْ اَبَابَکْرَۃَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ اِلٰی جَنْبِہٖ یَنْظُرُ اِلَی النَّاسِ مَرَّۃً وَالیہ مرۃ وَیَقُوْلُ اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ

اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

(رواہ بخاری کتاب المناقب)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا اور امام حسن آپ کے پہلو میں تھے، کبھی آپ لوگوں کی جانب دیکھتے اور کبھی ان کی طرف چنانچہ میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی دو جماعتوں کو خوفناک جنگ سے بچانے کے لئے اسلام کی بنیادوں کو قائم رکھنے کے لئے اور دین میں فتنہ و فساد کو روکنے کیلئے یہ ایک بہت بڑی قربانی دی۔ یہ بہت بڑا ایثار تھا بہت بڑی سخاوت تھی۔ اس لئے کہ وہ دنیا کے کسی سلطنت کے حکمران نہیں تھے۔ بلکہ وہ خلافتِ اسلامیہ کے علمبردار تھے اور حکومت الٰہیہ کے مسند نشین تھے اس لئے وہ نہیں چاہتے تھے کہ دنیا پرست حکمرانوں کی طرف اپنی خلافت کو قائم رکھنے کے لئے مسلمانوں کا قتل عام کرائیں۔ بلکہ وہ غیب بتانے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مصداق بنے کہ آقا علیہ السلام کا فرمان عالیشان ہیں کہ:

عَنْ سَفِیْنَۃَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْخِلَافَۃُ ثَلٰثُوْنَ سَنَۃً ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ میرے بعد خلافت تیس برس تک رہے گی۔ پھر ملوکیت آجائے گی۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۶۳)

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تقریباً ڈھائی برس تک تخت خلافت پر متمکن رہے پھر خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تقریباً دس برس تک خلافت فرمائی پھر خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بارہ برس تک خلافت سنبھالی اس کے بعد خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ پانچ برس تک اس منصب عالیہ پر فائز رہے اور آپ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ عہدہ سنبھالا اور چھ ماہ اس منصب پر فائز رہے۔ امام حسن کے چھ ماہ شُمار کر کے تیس برس پر مشتمل یہ زمانہ عہد خلافت راشدہ کہلاتا ہے۔

شہادت امام حسن رضی اللہ عنہ

ابن سعد نے عمران بن عبداللہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" لکھا ہوا ہے جس وقت آپ نے یہ خواب بیان کیا تو اہل بیت بہت خوش

ہوئے لیکن جب سعید بن میتب نے یہ خواب سُنا تو انہوں نے کہا کہ اگر آپ کا یہ خواب سچا ہے تو آپ کی حیات کے چند روز باقی رہ گئے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس خواب کے دیکھنے کے بعد آپ صرف چند روز بقید حیات رہے اور آپ کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۸۲)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو تین بار زہر دیا گیا۔ پہلی مرتبہ جب آپ کو زہر دیا گیا تو آپ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور اپنے جسم مبارک کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ کے ساتھ ملا تو آپ کو شفاء حاصل ہوئی۔ دوسری مرتبہ جب زہر دیا گیا تو رات بھر شدت تکلیف سے تڑپتے کراہتے رہے۔ صبح پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور دعا فرمائی تو پھر شفاء حاصل ہوئی۔ مگر تیسری مرتبہ جب زہر دیا گیا تو زہر اتنا تیز تھا کہ روایت میں آیا ہے کہ آپ کے جگر کے سو ٹکڑے طشت میں گرے۔ بہن زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جلدی جاؤ اور بھائی حسین کو بلا لاؤ۔ آپ نے فوراً بھائی کو بلوایا۔ آپ بھائی کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور بغل گیر ہو کر خوب ملے اور فرمایا بھائی جان! آپ پر اللہ کی رحمت ہو، اب قیامت کے دن ہی ملاقات ہوگی۔

(روضۃ الشہداء ج اول صفحہ ۴۲۳ بحوالہ تاریخ کربلا)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

خلافت چھوڑنا ہی زہر دینے کا سبب بنا، مگر یہ صحیح نہیں ہے کہ زہر دینے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھا یا اُن کی کوئی سازش تھی۔ اور نہ ہی یہ درست ہے کہ زہر آپ کی بیوی حضرت جعدہ بنتِ اشعث نے دیا۔ جیسا کہ ہمارے بعض مورخین نے یہاں دھوکا کھایا ہے اور نہ ہی یہ قابلِ قبول ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ یزید کے جھانسے میں آگئی اور یزید نے اس کو یہ لالچ دیا کہ میں تم سے نکاح کرلوں گا۔

حضرت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ

''جس کا جسمِ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے جسم انور سے مَس کر گیا اس پر جہنم کی آگ حرام ہے''۔

اس حدیث کی رو سے یہ کہنا کہ بیوی نے زہر دیا قابل قبول نہیں ہے کیونکہ حضرت جعدہ کا جسم جسمِ امام حسن سے ضرور مَس ہوا ہوگا تو ارشاد نبوی کے مطابق اس پر جہنم کی آگ حرام ہے اگر اُسی پر الزام لگایا جائے تو فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرف آتا ہے۔

حضرت صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام حسن کے قاتل کی خبر غیر کو تو کیا ہوتی خود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو

پتہ نہیں ہے۔ یہی تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ اپنے برادر معظم سے زہر دہندہ کا نام دریافت فرماتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو زہر دینے والے کا علم نہ تھا۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کسی کا نام لیتے۔ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ تو اب جعدہ کو قاتل ہونے کے لئے معین کرنے والا کون ہے؟

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو، یا امامین کے صاحبزدوں میں سے کسی صاحب کو اپنی آخر حیات تک جعدہ کی زہر خورانی کا کوئی ثبوت نہ پہنچا اور نہ ان میں سے کسی نے اس پر شرعی مواخذہ کیا۔

ایک اور پہلو اس واقعہ کا خاص طور پر قابل لحاظ ہے اور وہ یہ کہ سفرت امام کی بیوی کو غیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی شنیع تہمت کے ساتھ متہم کیا جاتا ہے یہ ایک بدترین تبرّا ہے۔ عجب نہیں کہ اس حکایت کی بنیاد خارجیوں کے افتراءات ہوں۔ جبکہ صحیح اور معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کثیر التزوج تھے اور آپ نے سو کے قریب نکاح کئے اور طلاقیں دیں۔ لیکن کبھی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی۔ طلاق کے بعد بھی وہ اپنی بقیہ زندگی حضرت امام کی محبت میں گذار دیتی تھی۔ ایسی حالت میں بات بہت بعید ہے کہ امام کی بیوی حضرت امام کے فیض کی قدر نہ کرنے اور یزید پلید کی طرف ایک طمع فاسد سے امام جلیل کے قتل جیسے سخت جرم کا ارتکاب کرے۔ واللہ اعلم بحقیقتہ الحال (سوانح کربلا صفحہ ۴۴)

آپ کی شہادت زہر خورانی سے ۵ ربیع الاول ۵۰ھ کو واقع ہوئی بعض کے نزدیک یہ حادثہ ۴۹ھ اور بعض کے نزدیک ۵۱ھ میں پیش آیا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خواہش کی تھی کہ وہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دیدیں چنانچہ انہوں نے مجھے اجازت دے دی ہے لیکن میری وفات کے بعد تم پھر دوبارہ وہاں دفن کرنے کی اجازت حاصل کر لینا میرا خیال ہے کہ دوبارہ اجازت حاصل کرنے پر کچھ لوگ مزاحم ہوں گے ان کی مخالفت کی موجودگی میں تم زیادہ اصرار نہ کرنا۔

چنانچہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو امام حسین علیہ السلام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت چاہی آپ نے فرمایا اجازت ہے لیکن مروان (حاکم مدینہ) حائل ہوا۔ جس پر امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے ہتھیار سنبھال لئے مگر حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے درمیان میں صلح کرادی (یعنی امام حُسین کو امام حسن کی وصیت یاد دلادی کہ اصرار نہ کرنا) اور آخر کار امام حسن رضی اللہ عنہ کو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمۃ الزہرا

رضی اللہ عنہا کے پہلو میں جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۸۵)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

شاہ است حسین پادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین

سرداد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لاالٰہ ہست حسین

(خواجہ غریب نواز)

نام ونسب! آپ کا اسم گرامی نام نامی حسین اور کنیت ابو عبداللہ ہے۔ اور آپ کے القاب سید شباب اہل الجنۃ اور ریحانۃ النبی ہے۔

ولادت شریف: امام عالی مقام رضی اللہ عنہ تیسرے امام اور ابوالائمہ ہیں آپ کی ولادت کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ

عَنْ امِّ الفضل بنت الحارث انها دخلت علیٰ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقالت یارسول اللّٰه انی رایت حُلماً منکرا اللیلة قال وما هو قالت انه شدید قال وما هو قالت رایت کانَّ قِطْعَةً من

جسدك قُطِعَتْ ووضعت فی حجری فقال

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رایتِ خیراً تَلِدُ

فاطمۃُ ان شاء اللّٰـہ غلامًا یکون فی حجرك

فَوَلَدَتْ فاطمۃ الْحُسَین فکان فی حجری کما

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

(مشکوٰۃ شریف ۵۷۲)

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج رات میں نے ایک خطرناک خواب دیکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا دیکھا؟ عرض کیا بہت خطرناک ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیا ہے، عرض کیا! میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم پاک کا ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور میری گود میں رکھا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ انشاء اللہ فاطمہ کو ایک لڑکا پیدا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں دیا جائے گا حضرت ام الفضل فرماتی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا کے یہاں حُسین پیدا ہوئے تو میری گود میں دیئے گئے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

امام پاک کی ولادت شریف ۵ شعبان المعظم ۴ھ میں مدینہ شریف میں ہوئی۔

جب امام عالی مقام کی ولادت ہوئی تو پیارے آقا علیہ السلام خاتون

جنت کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا میرے لخت جگر کو دکھا۔ امام پاک کو ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر حضور کی آغوش رحمت میں پیش کر دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیارے حسین کے دائیں کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت پڑھ کر امام حسین کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور دعائیں فرمائیں۔ پھر بحکم الٰہی آپ کا نام حسین رکھا اور ساتویں دن عقیقہ کر کے بچہ کے بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کرنے کا حکم دیا۔ آپ کے عقیقہ میں دو مینڈھے ذبح کئے گئے۔

حضور علیہ السلام امام پاک سے بے حد محبت فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت امام حسینؓ کو اپنے دائیں بازو اور اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہما کا بائیں بازو پر بٹھائے ہوئے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف فرما ہوئیں اور عرض کیا اللہ تعالیٰ ان دونوں کو آپ کے یہاں یکجانہ رہنے دے گا۔ ان میں سے ایک کو واپس بلالے گا۔ اب ان میں سے آپ جسے چاہیں پسند فرمالیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر حسین وفات پا جائیں تو ان کے غم میں حضرت فاطمہ حضرت علی اور مجھے تکلیف ہوگی اور اگر ابراہیم وفات پا جائیں تو زیادہ الم میری ہی جان پر ٹوٹے گا۔ اس لئے مجھے اپنا ہی غم پسند ہے۔ اس واقعہ کے تین دن بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا۔ بعد ازاں جب بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حضور علیہ السلام ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے اور خوش آمدید کہتے ہوئے فرماتے۔

مرحبا اے حسین! میں نے تم پر اپنے بیٹے کو قربان کردیا ہے۔

(شواہد النبوۃ ص ۳۰۴)

ابوالحسن بن ضحاک حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ یَمُتَصُّ لُعَابَ الْحُسَیْنِ کَمَا یَمُتَصُّ الرَّجُلُ التَّمرَۃَ"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا لعاب اس طرح چوس رہے تھے جیسے کوئی شخص کھجور کو چوستا ہے۔

(سعادت الکونین ص ۶۴ نور الابصار ص ۱۳۹ بحوالہ تاریخ کربلا)

عَنْ یَعْلَی بْنِ مُرَّۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُسَیْنٌ مِنِّی وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْناً حُسَیْنٌ سَبَطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ

(ترمذی کتاب المناقب)

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں اللہ تعالیٰ اس شخص کو محبوب رکھتا ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے امام حسین اولاد میں سے ایک فرزند ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ حَامِلُ الْحُسَیْنَ بن علی وَھُوَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ

(المستدرک للحاکم ج ۳ صفحہ ۱۷۷)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھایا ہوا تھا اور یہ فرمارہے تھے اے اللہ میں اس (حسین) سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلْحُسَیْنِ بْنِ عَلِی مَنْ اَحَبَّ ھٰذَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ

(المعجم الکبیر ج ۳ صفحہ ۲۶۴۳۔ بحوالہ ذبح عظیم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین بن علی رضی اللہ عنھما کے بارے میں فرمایا جس نے اس (حسین) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔

الغرض حسین رضی اللہ عنہ کی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت ہے اور جس کو امام پاک سے بغض ہو تو گویا کہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اس کو نبی علیہ السلام سے بغض ہے اب جس کو پیارے آقا علیہ السلام سے

بغض ہو وہ کیونکر مسلمان ہوسکتا ہے۔ بلکہ قصر ایمان کی بنیادوں کو مضبوط تر بنانے کا ایک موثر ذریعہ امام پاک کی محبت ہے۔

شہادت امام عالی مقام کی شہرت

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیا۔ اور ذرا دوسری طرف متوجہ ہوگئی اور پھر کیا دیکھتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے حضرت ام الفضل فرماتی ہیں!

فَقُلْتُ یَانَبِیَّ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ مَالَكَ ؟ قَالَ اَتَانِیْ جَبْرِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنْ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ اِبْنِیْ ھٰذَا فَقُلْتُ ھٰذَا قَالَ نَعَمْ وَ اَتَانِیْ بِتُرْبَۃٍ مِنْ تُرْبَتِہٖ حَمْرَاء

(مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۲)

میں نے پوچھا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیوں آنسو بہا رہے ہیں؟ پیارے آقا علیہ السلام نے فرمایا ابھی میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور مجھے

خبر دی کہ میری اُمت میرے اس فرزند کو شہید کرے گی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس فرزند کو شہید کرے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، اور جبرئیل میرے پاس اس کی شہادت گاہ کی سرخ مٹی بھی لائے۔

ابو نعیم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ام سلمہ نے فرمایا کہ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما میرے گھر میں آکر کھیل رہے تھے اسی وقت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک آپ کی امت آپ کے اس فرزند حسین کو آپ کے بعد شہید کرے گی اور انہوں نے مٹی لا کر دی۔ آپ نے اسے سونگھ کر فرمایا کرب و بلا کی بُو ہے اور فرمایا اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب یہ مٹی خون سے بدل جائے تو جان لینا کہ میرا فرزند شہید کر دیا گیا ہے۔ تو انہوں نے اس مٹی کو بوتل میں محفوظ کر لیا۔

(الخصائص الکبری ج ۲ صفحہ ۱۲۵، المعجم الکبیر ج ۳ صفحہ ۱۰۸)

حضرت انس بن حارث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے ہیں کہ میرا یہ فرزند حسین رضی اللہ عنہ ایسی زمین میں شہید کیا جائے گا جس کا نام کربلا ہے۔ تو جو تم میں سے موجود ہو اسے چاہئے کہ ان کی مدد کرے تو انس بن حارث رضی اللہ عنہ کربلا گئے اور امام حسین کے ساتھ شہید ہوئے

(الخصائص الکبریٰ ج ۲ صفحہ ۱۲۵)

ابونعیم نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کی جگہ پر آئے تو حضرت علی نے فرمایا۔ یہاں ان شہداء کے اونٹ باندھے جائیں گے۔ اس جگہ ان کا سامان رکھا جائے گا اور اس جگہ ان کا خون بہایا جائے گا۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جماعت اس میدان میں شہید کی جائے گی اور ان پر زمین وآسمان روئیں گے۔

(الخصائص الکبریٰ ج ۲ صفحہ ۱۲۵)

عَنْ عَائِشَۃَ عَنہ اَنَّہٗ قَالَ اَخْبَرَنِیْ جِبْرِیْلُ اَنَ ابْنِیْ الْحُسَیْنُ یُقْتَلُ بَعْدِیْ بِاَرْضِ الطف

(المعجم الکبیر ج ۳ صفحہ ۱۰۷ بحوالہ ذبح عظیم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل امین نے مجھے خبر دی کہ میرا یہ بیٹا حسین میرے بعد مقام طف میں قتل کر دیا جائے گا۔

ابن سعد حضرت شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ جنگ صفین کے موقع پر کربلا سے گذر رہے تھے کہ فرات کے کنارے ٹھہر گئے اور اس زمین کا نام دریافت فرمایا لوگوں نے کہا اس زمین کا نام کربلا ہے۔ کربلا کا نام سنتے ہی آپ اس قدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک روز حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ رو رہے

ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا ابھی جبرئیل آئے تھے۔ انہوں نے مجھے خبر دی کہ میرا بیٹا حسین دریائے فرات کے کنارے اس جگہ پر شہید کیا جائے گا جس کو کربلا کہتے ہیں اور وہاں کی مٹی بھی مجھے سونگھائی۔

(صواعق محرقہ ص ۱۹۱ بحوالہ تاریخ کربلا)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں اور اکثر اہل بیت کو اس بات میں کوئی شک وشبہ نہ تھا کہ حسین بن علی طف (کربلا) میں شہید ہونگے۔

(الخصائص الکبریٰ ج ۲ صفحہ ۱۲۶)

عن ام سلمة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقتل حسين بن على على رأس ستين من المهاجرى

(مجمع ۹: ۱۹۰، طبرانی بحوالہ ذبح عظیم)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسین بن علی کو ساٹھ (۶۰) ہجری کے اختتام پر شہید کر دیا جائے گا۔

غیب داں آقا علیہ السلام نے نہ صرف کربلا کے مناظر یا قتل گاہِ حسین ہی بتا دیا بلکہ اس عظیم سانحہ کا ۶۰ھ کے اختتام پر ہونا بھی بتا دیا۔

یزید پلید کی تخت نشینی

۲۳ ماہ رجب ۶۰ھ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ اپنی وفات سے پیشتر انہوں نے یزید کو اپنے پاس بلا کر حسب ذیل وصیت کی۔

اے فرزند میں نے تجھے خلیفۂ اسلام بنانے کی انتہائی کوشش کی اور عرب کے بڑے بڑے سورماؤں کو مجبور کر کے تیری بیعت لی۔ صرف پانچ آدمیوں نے اس وقت تک تیری بیعت سے انکار کیا ہے۔ ان کے متعلق میں تجھے وصیت کرتا ہوں اور تو اسی وصیت کے مطابق کاربند ہونا۔ عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ گوشہ نشین اور عافیت پسند ہیں ان سے تجھے کوئی خطرہ نہیں۔ ان کے ساتھ حسن سلوک سے کام لینا۔ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما عابد و زاہد ہیں انہیں عبادت سب سے پیاری ہے۔ مال و ملک کی رغبت نہیں۔ ان کی دلجوئی بھی مدنظر رکھنا۔ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما بہت چالاک ہیں۔ ان کے مکر و فریب سے غافل نہ رہنا۔ اگر یہ تیری بیعت نہ کریں تو ان کو قتل کر دینا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اگر تیری بیعت کر لیں تو بہتر ورنہ تو اپنے کو اُن سے بچانا اور ان کی عزت کا خیال رکھنا۔

اہل مکہ و اہل مدینہ سے ہمیشہ اچھا سلوک کرنا۔ کیونکہ یہ لوگ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایہ ہیں۔

(طبری۔ مظلوم کربلا صفحہ ۱۱۱)

یزید پلید کا وصیت کو نظر انداز کرنا

یزید پلید نے خلافت اسلامیہ کے مقدس تخت کو اپنے ناپاک قدموں سے نجس کرتے ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وصیت کو نظر انداز کر دیا اور مدینہ منورہ کے حاکم ولید بن عتبہ بن سفیان کو فرمان بھیجا کہ تمام اہل مدینہ سے عموماً اور ان چار اصحاب یعنی حضرت امام حسین، حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر، حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے خصوصاً فوراً بیعت لی جائے کیونکہ ان لوگوں نے اب تک بیعت سے انکار کیا ہے اور اگر یہ چاروں اصحاب بیعت نہ کریں تو ان کے سر قلم کر دیئے جائیں۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۶۳، مظلوم کربلا ص ۱۱۳)

بعض ارباب سیر کا بیان ہیں کہ ولید بن عتبہ کو اس فرمان شاہی کی تعمیل میں کچھ تامل تھا۔ لیکن مشہور اموی مفسدہ پرداز مروان بن حکم جو مدینہ میں موجود تھا اس نے ولید بن عتبہ کو بہت کچھ بہکایا۔

یہ وہی مروان بن حکم ہے کہ جب اسکی پیدائش ہوئی تو اسے حضور علیہ السلام کی خدمت میں کچھ کھلانے کے لئے پیش کیا گیا تو آقا علیہ السلام نے فرمایا "هُوَ الْوَزْغُ بْنُ الْوَزْغِ" یہ گرگٹ کا بیٹا گرگٹ ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ فرمایا کہ یہ ملعون بن ملعون ہے۔ (صواعق محرقہ ص ۲۰۵)

امام بخاری، نسائی اور ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان بن حکم کے باپ پر لعنت فرمائی۔ جبکہ مروان صلب پدر میں تھا تو وہ بھی اللہ کی لعنت سے حصہ پانے والا ہوا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۹۸)

مدینہ کے گورنر نے سب سے پہلے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت بلایا۔ آپ کو اس طلبی سے اندیشہ ہو گیا تھا۔ لہٰذا آپ نے بنظر احتیاط پچاس مسلح جاں نثاروں کو اپنے ہمراہ لیا اور انہیں ولید بن عتبہ کے دروازۂ مکان پر متعین کر کے اندر تشریف لے گئے۔ ولید بن عتبہ نے حضرت امام پاک کی تعظیم و تکریم کو مدنظر رکھا اور یزید کا فرمان پڑھ کر سُنایا۔ سید الشہداء نے جواب دیا کہ بیعت چار شخصوں سے طلب کی گئی ہیں لہٰذا بقیہ تین بزرگوں کو بھی مجتمع کرو۔ اس وقت میں جواب دونگا۔ یہ فرما کر آپ مجلس ولید سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مفسد مروان بھی اس وقت موجود تھا۔ اس نے ولید کو مشورہ دیا کہ حضرت امام پاک سے اسی وقت بزور شمشیر بیعت طلب کی جائے اور اگر بیعت قبول نہ فرمائیں تو آپ کو اسی جگہ شہید کر دیا جائے۔

یہ سُنکر حضرت امام پاک نے تلوار نیام سے نکال لی اور مروان کو شمشیر ہاشمی کے جوہر دیکھنے کے لئے للکارا۔ مروان ڈر کر دم بخود ہو گیا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ وہاں سے تشریف لے گئے۔

ایک دوسری روایت کے مطابق اس موقع پر حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تشریف فرما تھے۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۶۴، تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۷۶، شام کربلا ص ۳۶، مظلوم کربلا ص ۱۱۳)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ یزید کی بیعت سے انکار اس کے لئے اشتعال کا باعث ہوگا۔ اور اسے مختلف دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا مگر امام کی دیانت وتقویٰ نے اجازت نہ دی کہ اپنی جان کی خاطر نااہل کے ہاتھ پر بیعت کرلیں۔ امام پاک نے بیعت نہ کرکے احکام شرع اور دین متین کی حفاظت فرمائی۔ بیعت نہ کرنے کا سبب کیا تھا۔ اس کے لئے پہلے یزید پلید کو جاننا ضروری ہے۔ یزید کون تھا اس کا کردار کیسا تھا؟ اس کا تذکرہ آخر پر آئے گا انشاء اللہ۔

مدینہ منورہ سے مکہ کی طرف ہجرت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دولت کدہ پر تشریف لاکر اپنے تمام دوستوں اور عزیزوں سے مشورہ فرمایا۔ ایک روایت کے مطابق آپ اسی شب کو (۲۸ رجب ۶۰ ھ) اپنے اہل وعیال کے ہمراہ پوشیدہ طریقہ سے اغیار سے بچنے کے لئے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی آپ کے ہمرکاب تھے۔

دوسری روایت کے مطابق آپ بیعت یزید سے انکار فرمانے کے بعد بدستور مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ یزید کو جب آپ کے انکار کا حال معلوم ہوا تو اس نے اپنے گورنر ولید بن عتبہ کو کئی خطوط لکھے۔ اگر حضرت امام پاک بیعت سے انکار فرماتے ہیں تو ان کا سر فوراً قلم کر دیا جائے۔ ولید حضرت امام پاک رضی اللہ عنہ کے خون ناحق سے اپنے ہاتھ رنگنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اس کو احکام یزید کی تعمیل میں تامل تھا۔ لیکن جب یزید کے کئی سخت احکام آئے اور دوسری جانب مروان برابر ولید کے خلاف یزید کے کان بھرتا گیا۔ تو ولید نے مجبور ہو کر حضرت امام پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یزید کے تمام احکام پیش کئے اور آپ سے کسی نتیجہ قطعی پر جلد پہنچنے کی درخواست کی۔ (مظلوم کربلا ص ۱۱۴)

اسی رات امام پاک رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل وعیال اور عزیز و اقارب کو ساتھ لے کے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کر لیا۔ گھر والوں کو تیاری کرنے کا حکم دیا اور خود روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے۔ نوافل ادا کئے۔ چہرۂ رسول کے سامنے پہنچ کر دست بستہ آنکھوں سے اشک بہاتے ہوئے سلام کے الفاظ ادا کئے۔ نانا جان اب آپ کا حسین آپ کے قدموں سے جدا ہوتا ہے آخری سلام قبول فرمایئے۔ نانا جان آپ جس حسینؓ کو اپنی نگاہوں کے سامنے سے نہ ہٹنے دیتے تھے آج اسی حسینؓ کو آپ کے جوار شفقت سے جدا کیا جا رہا ہے۔

نانا جان دنیا میں اب میرا کوئی والی و وارث نہ رہا۔

نانا جان! آپ خواب راحت میں ہیں اور آپ کا پیارا حسین تڑپ رہا ہے

آپ اس کے آنسو بھی نہیں پونچھتے۔ دلاسہ بھی نہیں دیتے۔ بولو بولو، بابا جان کیا مجھ

سے خفا ہو؟ نہیں نہیں نانا جان میں سمجھ گیا۔ جس طرح آپ نے کفرستان عالم میں

خدائے قہار کی وحدت کا ڈنکہ بجانے کے لئے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت

کیں۔ دشمنوں کے کلمات ناروا سنے۔ کافروں کے پتھر کھائے۔ دندان مبارک شہید

کروایا۔ اعلائے کلمتہ الحق کی پاداش میں جسم مبارک زخموں سے چور ہوا۔ گھر سے بے

گھر ہوئے اسی طرح آج ناموس شریعت کے آبگینے کو کفرو طاغوت کے سنگ

آستان پر چکنا چور ہونے سے بچانے کے لئے مجھے اپنا سر قربان کرنا پڑے گا۔

صاحب روضتہ الشہدا کی روایت ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

عبادت خداندی سے فارغ ہو کر روضہ اطہر کے قریب سو گئے۔ خواب میں پیارے

آقا علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ نے اپنی زبان مبارک سے حضرت

امام حسین رضی اللہ عنہ کو بشارت عظمیٰ کا مژدہ سُنایا۔ (مظلوم کربلا ص ۱۱۶)

دوسرے دن آپ اپنی والدہ محترمہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور

اپنے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے لئے

تشریف لے گئے اور ۴ شعبان ۶۰ ھ کو باچشم گریاں اپنے اہل و عیال اور حضرت

عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ اپنے پیارے نانا کے پیارے شہر مدینہ سے

رخصت ہو گئے۔

اعدا نے شہہ یثرب و بطحا کو ستایا　　بیکس کو نبی زادہ کو تنہا کو ستایا
یاں بیٹھے بٹھائے شہہ والا کو ستایا　　افسوس عجب تارک دنیا کو ستایا
اس گوشہ نشین پر یہ تعدّی نہ روا تھی　　کیا قبر پیمبر کے مجاور کی خطا تھی

جب امام پاک رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے چلے تو راستہ میں عبداللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ کو مع اہل وعیال مدینہ منورہ سے جاتے ہوئے دیکھ کر پوچھا میں آپ پر فدا ہو جاؤں آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ فرمایا فی الحال تو مکہ مکرمہ جا رہا ہوں۔ وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے استخارہ کروں گا کہ کہاں جاؤں! عبداللہ نے کہا اللہ آپ کو خیر وعافیت سے رکھے اور ہمیں آپ پر فدا کرے۔ جب آپ مکہ پہنچ جائیں تو کوفہ کا ہرگز ارادہ نہ فرمائیں۔ کیونکہ وہ ایک منحوس شہر ہے وہیں آپ کے والد ماجد شہید ہوئے اور وہیں آپ کے بھائی حضرت حسن کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا۔ اور ان پر برچھی کا وار کیا گیا۔ قریب تھا کہ وہ جاں بحق تسلیم ہو جاتے۔ آپ مکہ ہی میں رہیں۔ اس کو نہ چھوڑیں آپ عرب کے سردار ہیں۔ اہل حجاز آپ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ ہر طرف سے لوگ آپ کے پاس آئیں گے۔ میرے چچا اور ماموں آپ پر نثار ہوں۔ آپ حرم کعبہ کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑیئے گا۔ خدا کی قسم! اگر خدانخواستہ آپ قتل ہو گئے تو آپ کے بعد ہم سب غلام بنائے جائیں گے۔ جب امام پاک مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو یہ آیت پڑھی۔ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَاءَ السَّبِيْلِ

(القصص) اور جب (موسیٰ) مدین کی طرف متوجہ ہوا کہا امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ چلائے گا۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۶۸، شام کربلا ص ۴۲)

آپ کے مکہ مکرمہ پہنچنے کی خبر سُن کر لوگ جوق در جوق آپ کے پاس آنے لگے اور زیارت کا شرف حاصل کرنے لگے۔ اہل مکہ کو آپ کے آنے کی بہت خوشی ہوئی تھی وہ آپ کے دیدار پُر انوار سے اپنے دیدہ و دل کو روشن و منور کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

آمدی و آمدنت بس خوشی است — دیدن روئے تو عجب دل کشی است

دولتِ وصل تو دائم زخدامی جیتم — کعبہ کوئے تو از راہ صفا می جتیم

چند روز کے بعد حضرت ابی ابن بکر رضی اللہ عنہما بھی مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ مسلمانان مکہ عام طور پر حضرت امام پاک رضی اللہ عنہ سے بیعت کا اصرار کر رہے تھے۔ لیکن آپ کو تامل تھا۔ مکہ معظمہ کا گورنر سعید بن العاص حضرت امام پاک کی تشریف آوری سے مسلمانان مکہ میں حریت و بیداری کی ایک نئی روح دیکھ کر گھبرایا اور مکہ شریف سے بھاگ کر یزید پلید کے پاس پہنچا اور اس کو تمام واقعات سے مطلع کیا۔

یزید پلید لوگوں کی امام پاک کے ساتھ عقیدت دیکھ کر بے حد غصہ ہوا اور اس نے ولید کے مدینہ کی گورنری سے اس جرم میں معزول کیا کہ انہوں نے حسین کو مہلت دی تھی۔

اہل کوفہ کی دعوت

حضرت امام پاک نے کوفیوں کی قدیم بدعہدیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس درخواست کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔ لیکن کوفیوں کے خطوط دعوت کا سلسلہ برابر جاری رہا اور تمام عمایدو شرفاء کوفہ مثلاً حبیب بن مظاہر، میتب فرازی، عارضہ بن شداد وغیرہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں درخواستیں روانہ کیں۔ اور انہیں خداو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے دئے دیکر کوفہ میں بلایا ایک خط میں تو یہاں تک درج تھا کہ اگر آپ ہمیں یزید کے ظلم وستم سے نجات دلانے کے لئے تشریف نہ لائے تو ہم قیامت کے دن آپ کا دامن پکڑ کر دادخواہ ہونگے اور خدائے قہار سے فریاد کریں گے کہ اے رب ہمارے ہم پر اور ہماری اولاد پر حسین ابن علی رضی اللہ عنہما نے ظلم کیا۔ بتایئے آپ اس وقت کیا جواب دیں گے۔

کوفیوں کا آخری خط

للحسین بن علی من شیعته و شیعته ابیه
علی امیر المومنین سلام علیك اما بعد فان
الناس ینظرون ولا دائی لهم فی غیره العجل یابن

رسول اللہ العجل (مظلوم کربلا ص ۱۲۳)

حضرت امام حسین بن علی کی خدمت میں ان کے اوران کے والد امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے متبعین کی جانب سے بعد از سلام عرض ہیں کہ لوگ آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں اوران کے ذہن میں سوائے اس کے کوئی بات نہیں ہے جلدی فرمایئے۔اے ابن رسول اللہ جلدی فرمائیں۔

آخری خط آنے کے بعد امام عالی مقام نے ان کو جواب لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من عند الحسین بن علی ابن ابی طالب الی اهل الکوفة والعراق اعلموا انکم اوصلتم الینا الف کتاب ونحن ما نلتفت الیها وانا ما عرادی الدم بجواد بکعبة اللّٰہ لقیتم فیها الی القضاء الاجل وکان ظهر منکم الشکوری من ظلم الیزید وغیرہ وانی حاضر الیکم عن قریب انشاء اللہ ولواواصل لکم ابن عمی مسلم بن عقیل بکتابی وهو یصلی لکم فی المسجد الکوفته ویقضی بینکم والنعمان بن بشیر یحکم بینکم الیٰ ان

احضر کم (مظلوم کربلا ص ۱۲۵)

اللہ کے نام سے شروع جو رحم کرنے والا مہربان ہیں۔ حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی طرف سے اہل کوفہ کی طرف۔ یعنی میں جانتا ہوں کہ تم نے مجھے بلانے کے لئے ہزارہا خطوط لکھے لیکن میں نے ایک خط کو بھی قابل اعتناء نہ سمجھا کیونکہ میں خانہ خدا کی قربت سے علیحدہ ہو کر اپنی موت پسند نہیں کرتا۔ مگر اب مجھے تمہارے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ تم یزید وغیرہ کے ظلم سے جان بلب ہو۔ میں انشاء اللہ جلد پہنچوں گا۔ سردست میں اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو اپنا خط دیکر تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ میرے آنے تک یہ تم کو مسجد کوفہ میں نماز پڑھائیں گے اور فرائض قضاۃ انجام دیں گے۔ اور نعمان بن بشیر تم پر حکومت کرے گا۔

شاہ نے اپنی نیابت کے لئے ان کو چنا — اہل کوفہ کو یہ خود شاہ نے نامہ لکھا

آپ لوگوں کی طلب پر انہیں ہم نے بھیجا — ان کی سب لوگ اعانت وحمایت کرنا

چل دیئے مکہ سے اس نامہ کو لے کر مسلم — آخرش پہنچ گئے کوفہ کے اندر مسلم

حسینی سفیر کوفہ میں

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اپنے کچھ ساتھیوں اور دو بیٹوں محمد اور ابراہیم کو ساتھ لے کر کوفہ روانہ ہوئے۔ کوفہ پہنچ کر آپ نے مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کے ہاں قیام فرمایا۔ محبان اہل بیت بڑے جوش و عقیدت کے ساتھ بیعت کرنے لگے۔ پہلے ہی دن بارہ ہزار افراد نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں بیعت کر لی۔ پھر اس تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ ان کی تعداد اٹھارہ ہزار تک پہنچ گئی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۲)

بعض روایتوں میں یہ تعداد تیس ہزار یا چالیس ہزار تک پہنچ گئی۔ امام مسلم نے جب یہ جذبات عقیدت اور ان کی محبت کو دیکھا تو امام عالی مقام کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ کوفہ والے ہر طرح سے ہمارے ساتھ ہیں حالات دعوت حق اور امر بالمعروف کے لئے سازگار ہیں۔ آپ بلا تامل اور بلا جھجک تشریف لے آئیں۔

اس وقت کوفہ کا گورنر نعمان بن بشیر تھا۔ اس نے حضرت مسلم کی راہ میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہ کی بلکہ چپ چاپ سب کچھ دیکھتا رہا۔ یزید کے حامیوں میں عبداللہ بن مسلم اور عمارہ بن ولید نے یزید پلید کو اطلاع کر دی کہ کوفہ شہر یزید کی حکومت سے نکلا جا رہا ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں لوگ جوق در جوق

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ لہٰذا اگر سلطنت کی بقاء منظور ہے تو فوراً اس کا تدارک کیا جائے اور سخت قدم اٹھایا جائے۔

یزید پلید کو جب کوفہ کے نئے حالات کا علم ہوا تو اس نے بصرہ کے حاکم عبیداللہ بن زیاد کو حکم دیا کہ وہ فوراً کوفہ پہنچکر وہاں کی زمام حکومت اپنے ہاتھوں میں سنبھالے اور نئی صورت حال پر پوری سختی کے ساتھ قابو حاصل کرے۔

جس دن شقی ابن زیاد کو یزید پلید کا یہ حکم ملا اتفاقاً اسی دن امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی جانب سے ایک قاصد اہل بصرہ کے نام آپ کا ایک خط لایا تھا کیونکہ اہل بصرہ آپ کی طرف مائل تھے مگر یہ قاصد خط کے ساتھ گرفتار ہوا۔ خط میں لکھا تھا۔

قد بعثت رسولی الیکم بھذا الکتاب ونا ادعوکم الیٰ کتاب اللّٰہ وسنۃ نبیّہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فانّ السّنۃ قد امتیت واِنّ البدعۃ قداحییت وان تسمعواقولی وتطیعوا امری اھدکم سبیل الرّشاد والسّلام علیکم ورحمتہ اللّٰہ۔ (شام کربلا ص ۴۹)

میں نے اپنا قاصد تمہارے پاس یہ مکتوب دے کر بھیجا ہے اور میں تمہیں کتاب اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف بلاتا ہوں۔ اس لئے کہ سنت مٹا دی گئی ہے اور بدعت کو زندہ کیا گیا

ہے اگر تم لوگ میری بات سنو گے اور مانو گے تو میں تمہیں راہ ہدایت پر چلاؤں گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

عبید اللہ ابن زیاد نے تمام اہل بصرہ کو ایک میدان میں جمع کیا اور امام عالی مقام کے قاصد کو آرے سے چروا ڈالا اور لوگون کو ڈرایا کہ جو شخص بھی سبط پیمبر کی ہوا خواہی کا دم بھریگا اس کے ساتھ بدترین سلوک کیا جائے گا۔

ابن زیاد بصرہ میں اپنے بھائی عثمان کو اپنا قائم مقام بنا کر فوج کثیر کے ساتھ کوفہ روانہ ہوا۔ کوفہ کے قریب مقام قادسیہ میں پہنچکر اس نے اپنی فوج کو یہیں ٹھہرایا اور خود رات کے وقت اس راستہ سے جو بالعموم مسافران مکہ کے لئے مخصوص تھا دس آدمیوں کے ہمراہ اہل حجاز کی وضع قطع بنا کر شہر کوفہ میں داخل ہوا۔

کوفی چونکہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے انتظار میں تھے انہوں نے شب کی تاریخی میں حجازی لباس اور حجازی راہ سے آتے دیکھ کر دھوکہ کھایا کہ شاید حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں۔ وہ خوشی سے جھوم رہے تھے مراسم عقیدت وسلام بجالائے اور مَرحَبا بِكَ يَاابنَ رَسُولِ اللّٰهِ اور قَدِمتَ خَيرَ مَقدَمٍ کے نعرے بلند کرتے ہوئے جوش مسرت میں اس کے ہمراہ ہو گئے۔ شور سن کر اور لوگ بھی گھروں سے باہر آ گئے اور ایک اچھے خاصے جلوس کی شکل بن گئی۔ ابن زیاد اہل شہر کو اسی طرح مغالطہ میں رکھ کر دارالامارت (گورنر ہاؤس) میں بغیر کسی کشت وخون کے داخل ہو گیا۔ اور نعمان بن بشیر سے اسی

وقت کوفہ کی گورنری کا چارج لیکر انہیں ایک مکان میں نظر بند کر دیا۔ دوسرے دن ابن زیادہ نے کوفہ کی جامع مسجد میں اپنا دربار عام منعقد کر کے اہل شہر کو یزید پلید کے قہر و غضب سے بہت کچھ ڈرایا اور یہ تقریر کی۔

امیر المومنین (یزید) نے مجھے تمہارے امور، تمہاری حدود اور تمہارے اموال پر حاکم بنا کر بھیجا ہے۔ انہوں نے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے مظلوموں کے ساتھ انصاف کروں، حاجت مندوں کو عطا کروں، مطیع و فرمانبرداروں پر احسان کروں اور تم میں سے مشکوک اور نافرمان لوگوں پر سختی کروں میں تم پر اس کے احکام نافذ کروں گا اور ان احکام کی پیروی کراؤں گا۔

(البدایہ والنہایہ۔ ابن اثیر ج ۴ ص ۲۴)

اس تقریر کے بعد اس نے مشاہیر کوفہ کو گرفتار کیا اور ان سب سے کہا کہ تحریری ضمانت دو کہ تم اور تمہارے قبیلے کے لوگ کسی مخالف کو اپنے ہاں پناہ نہیں دیں گے۔ اور نہ کسی قسم کی مخالفانہ سرگرمیوں میں حصہ لیں گے اور اگر کسی نے کسی مخالف کو پناہ دے رکھی ہے تو وہ اس کو پیش کرے گا۔ جو لکھ کر دے گا اور اس پر پابندی کرے گا وہ بری ہو جائے گا اور جو ایسا نہیں کرے گا اس کا مال و جان دونوں ہم پر حلال ہوں گے۔ ہم اس کو قتل کر کے اسی کے دروازہ پر لٹکا دیں گے اور اس کے تمام متعلقین کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔

(تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۸۴)

اہل کوفہ نے جو ابن زیاد کی دھمکیاں سنیں تو وہ خوف جان سے لرز گئے اور

ان کے خیالات میں تبدیلی آنے لگی اور یزید پلید کی اطاعت کا اقرار کرتے ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت توڑنے پر آمادہ ہو گئے۔

ابن زیاد کے کوفہ میں داخل ہوتے وقت حضرت مسلم کے ہمراہیوں کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ لیکن اس تقریر کے بعد جب حضرت مسلم نماز مغرب پڑھانے کے لئے تشریف لائے تو آپ کے ہمراہ صرف پانچ سو آدمی تھے اور جب سلام پھیرا تو ایک فرد بھی نہ تھا۔ ان حالات کے پیش نظر حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے مختار بن عبیدہ کے ہاں رہنا نا مناسب سمجھا اور رات کے وقت وہاں سے نکل کر ہانی بن عروہ کے ہاں چلے آئے جو محب اہل بیت تھا۔

ہانی بن عروہ کوفہ میں ایک مقتدر شخصیت تھے اور ابن زیاد کے ساتھ ان کے پہلے سے تعلقات اچھے تھے حضرت امام مسلم کے آنے سے پہلے وہ روزانہ ابن زیاد کے پاس جایا کرتے تھے۔ لیکن جس دن سے امام مسلم ان کے یہاں آئے تھے اس دن سے ہانی بن عروہ نے بیماری کا بہانہ کر کے ابن زیاد کے پاس آنا جانا بند کر دیا۔ اُدھر ابن زیاد کو تمام حالات معلوم ہو چکے تھے اور اس نے اپنے ایک غلام معقل کو جاسوسی کرنے کے لئے متعین کیا۔ اس بدنصیب معقل نے بعض محبان اہل بیت سے دوستانہ تعلقات قائم کر کے اور اپنی عقیدت اہل بیت کے ساتھ ظاہر کر کے حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کی جائے پناہ کا حال معلوم کر لیا۔ ابن زیاد نے حضرت ہانی بن عروہ کو قید کر لیا۔

امام مسلم کے بارے میں جب ہانی سے پوچھا گیا تو اُس نے امام کے بارے میں اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ لیکن ابن زیادہ نے اپنے جاسوس معقل کو طلب کیا۔ معقل کو دیکھ کر ہانی کے ہوش اڑ گئے۔ کیا یہ وہی ہے جو خود کو محبّ اہل بیت بتاتا تھا مگر اصل میں جاسوسی کر رہا تھا۔ اب ہانی کے پاس انکار کی گنجائش نہ رہی۔ اس لئے انہوں نے اقرار کر کے صاف بیان کر دیا کہ خدا کی قسم! میں نے مسلم کو بلایا نہیں اور نہ انہوں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ میں تمہارے گھر آ رہا ہوں۔ اچانک جب وہ میرے دروازے پر آ گئے تو میں انکار نہیں کر سکا۔ اس طرح میں نے انہیں مہمان بنالیا اور خاندان رسالت کا ایک فرد ہونے کے ناطے ان کو اپنے گھر میں پناہ دے دی۔ اب میں آپ سے پکا وعدہ کرتا ہوں کہ میں انہیں اپنے گھر سے نکال دوں گا۔ آپ مجھے اتنی مہلک دیجئے کہ میں جا کر ان سے کہہ آؤں کہ آپ میرے گھر سے نکل کر جہاں چاہیں چلے جائیں۔ تاکہ میں پناہ دینے کی ذمہ داری سے بری ہو جاؤں۔ ابن زیاد نے کہا۔ خدا کی قسم! جب تک تم انہیں میرے حوالے کرنے کا عہد و پیماں نہیں کرتے میں تمہیں اس جگہ سے جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ ہانی نے کہا۔ خدا کی قسم! میں اپنے مہمان کو قتل کرنے کے لئے تمہارے حوالے کر دوں، ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ابن زیاد نے کہا تمہیں حوالے کرنا ہوگا۔ ہانی نے کہا خدا کی قسم میں مسلم کو تمہارے حوالے ہرگز نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ بات اور بڑھتی۔ تو ابن زیاد نے کہا۔ تم انہیں سپرد نہیں کرو گے تو ہم تمہارا سر قلم کر دیں گے۔ ہانی نے کہا اگر ایسا ہوا

تو تمہارے ارد گرد تلواریں چمکیں گی۔ یہ سن کر ابن زیاد آگ بگولہ ہو گیا اور کہا اچھا! تم مجھے دھمکی دیتے ہو پھر ابن زیاد نے ہانی کے سر اور منہ پر ڈنڈے مارنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ انکی ناک پھٹ گئی۔ ابرو کی ہڈی ٹوٹ گئی اور سارا کپڑا خون میں لت پت ہو گیا۔ ہانی نے اپنے قریب کھڑے ہوئے ایک سپاہی کی تلوار کے قبضے پر ہاتھ ڈالا مگر اس نے زور سے چھڑا لیا۔ ابن زیاد نے کہا اب تو نے اپنا خون بھی ہمارے لئے مباح کر دیا۔ پھر اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے کھینچ کر لے جاؤ اور ایک کمرے میں بند کر کے پہرہ بٹھا دو۔ اسماء بن خارجہ اٹھے اور ابن زیاد سے کہا۔ او دغا باز! ان کو چھوڑ دے۔ تو نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم انہیں تیرے پاس لائیں۔ جب ہم لے آئے تو تو نے ان کا منہ توڑ دیا اور ان کا خون بہایا اور ان کے قتل کی دھمکی دے رہا ہے۔ ابن زیاد نے کہا اس کو بھی پکڑو اور مارو چنانچہ سپاہیوں نے ان کو بھی بہت مارا پیٹا اور قید کر دیا۔ محمد بن اشعث نے کہا۔ ہم تو امیر کی رائے پر راضی ہیں۔ امیر جو کچھ بھی کرے ہم اس پر راضی اور خوش ہیں۔

(تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۹۱، تاریخ کربلا ص ۳۱۱)

شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ ہانی قتل کر دیئے گئے ہیں۔ اس افواہ کو سن کر عمرو بن الحجاج کئی ہزار سپاہیوں کو لے کر انتقام انتقام کا نعرہ لگاتے ہوئے آئے اور گورنر ہاؤس کو گھیر لیا۔ اور پکار کر کہا میں عمرو بن الحجاج ہوں اور میرے ساتھ قبیلہ مذحج کے ہزاروں شہسوار ہیں۔ ہم نے کبھی اطاعت سے انحراف نہیں کیا۔ اور نہ جماعت سے

علیحدگی اختیار کی ہے۔ پھر بھی ہمارے سردار کو قتل کر دیا گیا ہے۔ ہم اس کا انتقام لئے بغیر نہ رہیں گے۔ پھر سارے مجمع نے انتقام انتقام کا فلک شگاف نعرہ لگایا۔

ابن زیاد اس نازک صورت حال کو دیکھ کر بہت گھبرایا۔ اس نے قاضی شریح سے کہا۔ آپ پہلے ہانی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے۔ پھر اس کے قبیلہ والوں سے کہئے کہ ہانی زندہ ہیں ان کے قتل کی افواہ غلط ہے۔

قاضی شریح ہانی کو دیکھنے گئے۔ ہانی اپنے قبیلہ کے لوگوں کا شور و ہنگامہ سن رہے تھے۔ انہوں نے قاضی صاحب کو دیکھ کر کہا۔ یہ آواز میرے قبیلہ کے لوگوں کی ہے۔ آپ ان سے میرا حال بتا کر صرف اتنا کہہ دیں کہ اگر دس آدمی بھی اس وقت اندر آ جائیں تو میں یقیناً چھوٹ جاؤں گا۔ جب قاضی صاحب باہر نکلے تو ابن زیاد نے اپنے ایک مشیر اور جاسوس حمید بن بکر احمری کو ان کے ساتھ کر دیا۔ اس لئے مجبوراً قاضی صاحب نے ہانی کا پورا حال ان کے قبیلہ والوں کو نہیں بتایا۔ بلکہ صرف اتنا کہہ دیا کہ وہ زندہ ہیں اور ان کے قتل کی جو خبر تمہیں پہنچی ہے وہ غلط ہے قاضی صاحب کی شہادت سن کر ان لوگوں نے کہا اگر وہ قتل نہیں کئے گئے تو خدا کا شکر ہے اور سب منتشر ہو گئے۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۹۲، تاریخ کربلا ص ۳۱۲)

ادھر حضرت مسلم نے عبداللہ بن حازم کو قصر امارت کی طرف بھیجا کہ جاؤ دیکھ کر آؤ ہانی پر کیا گزری انہوں نے جا کر حالات معلوم کئے اور حضرت مسلم کو آ کر بتایا کہ ابن زیاد نے ہانی کو مار مار کے زخمی کر دیا ہے اور اب وہ قید میں ہیں۔ ہانی کے

قبیلہ کی عورتیں اس وقت فریاد و واویلا کر رہی تھی۔ حضرت مسلم نے عبداللہ بن حازم سے کہا "یا منصور امت" پکار کر اپنے مددگاروں کو جمع کرو۔ جوں ہی انہوں نے پکارا تو وہ چار ہزار افراد جو خاص محبان اہل بیت تھے اور ارد گرد کے مکانوں میں چھپے ہوئے اسی وقت کے انتظار میں تھے فوراً نکل آئے۔ آن کی آن میں یہ نعرہ پورے کوفہ میں گونج گیا اور وہ سب لوگ جنہوں نے امام مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی جمع ہو گئے۔ اٹھارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ امام مسلم آگے بڑھے اور گورنر ہاوس کو گھیر لیا اور لوگ بھی آ کر محاصرین کے ساتھ شریک ہوتے گئے یہاں تک کہ چالیس ہزار ہو گئے اور یہ سب ابن زیاد اور اس کے باپ کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔

ابن زیاد کے پاس اس وقت صرف پچاس آدمی تھے۔ تیس پولیس کے افراد اور بیس روسائے کوفہ۔ ان کے علاوہ اور کوئی طاقت مدافعت کے لئے نہ تھی۔ وہ سخت گھبرایا اور اس نے قصر امارت کا دروازہ بند کرا دیا۔ (شام کربلا ص ۵۸)

وہ ایسا وقت تھا کہ اگر امام مسلم حملہ کرنے کا حکم دیتے تو اسی وقت قصر امارت پر قبضہ ہو جاتا اور ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کو جان بچانے کے لئے کوئی راہ نہ ملتی اور یہی لشکر سیلاب کی طرح آگے بڑھتا اور یزید کے اقتدار کو تنکے کی طرح بہا کر لے جاتا۔ مگر امام نے حملے کا حکم نہ دیا۔

مختلف قبائل کے سردار جو کہ اس وقت ابن زیاد کے پاس موجود تھے وہ ابن زیاد کے حکم سے محل کی دیواروں پر چڑھ گئے اور اپنی اپنی قوم کے ان آدمیوں کو جو امام

مسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اشاروں سے واپس چلے جانے کو کہا اور اشاروں اشاروں ہی میں کچھ وعدے کئے اور کچھ ڈرایا دھمکایا۔ چنانچہ کثیر بن شہاب الحارثی، محمد بن اشعث قعقاع بن شور الذہلی، شبث بن ربیعی تمیمی، حجار بن الجبر العجلی، شمر بن ذی الجوشن وغیرہ نے قصر امارت کی چھت پر کھڑے ہو کر لوگوں سے کہنا شروع کیا۔

"لوگو اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ شر اور فساد نہ پھیلاؤ۔ خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ امیر المؤمنین یزید کی فوجیں شام سے کوفہ کے لئے روانہ ہو چکی ہیں تم کس طرح ان کا مقابلہ کر سکو گے۔ امیر ابن زیاد نے خدا سے عہد کر لیا ہے کہ اگر تم اسی وقت واپس نہ ہوئے اور جنگ پر آمادہ رہے تو وہ تم سے بہت بُرا سلوک کرے گا اور سخت ترین سزائیں دے گا۔ تمہارے بچوں کو قتل کرے گا۔ تمہارا مال لوٹ لے گا۔ تمہاری جائیداد ضبط کر لے گا۔ تم لوگ اپنے انجام پر نظر ڈالو اور اگر تم اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں اعزازات اور انعامات دے گا۔ تم اپنے اور ہمارے حال پر رحم کرو اور اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔" (شام کربلا ص ۵۹)

یہ حیلہ کامیاب ہوا اور امام مسلم کا لشکر منتشر ہونے لگا۔ یہاں تک کہ مغرب کی نماز میں امام مسلم کے پیچھے پانچ سو آدمیوں نے اقتدار کی مگر جب سلام پھیرا تو ایک بھی نہ تھا۔ تمناؤں کے اظہار اور التجاؤں سے جس مہمان کو بلایا تھا اسی کے ساتھ یہ وفا ہے کہ اب وہ شہر میں تنہا ہیں۔ جب امام نے اپنے حامیوں کی یہ غداری اور بدعہدی دیکھی تو بے حد مایوس ہوئے۔ کسمپرسی کا عالم ہے۔ جس محبت کے دروازے

پر جاتے ہیں دروازہ بند پاتے ہیں۔

آج کوفہ کے مقفل ہوئے سب دروازے

آج کوفہ کے مکانات بھی سب بند ہوئے

آج روپوش ہیں مسلم کو بلانے والے

آج سب چھپ گئے کوفہ کے گھرانے والے

ایک ہی شب میں ہوئی ساری محبت کافور

آزمائش جو ہوئی ہوگئی الفت سب دور

آخر اندھیرا چھا گیا، امام مسلم پریشانی کے عالم میں چلتے ہوئے ایک مقام پر پہنچے تو دیکھا طوعہ نامی ایک خاتون اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھی اپنے بیٹے کا انتظار کررہی تھی۔ امام مسلم نے نزدیک جاکر اس سے پانی طلب کیا۔ اس خاتون نے امام کو پانی پلایا اور اندر چلی گئی۔ کچھ دیر بعد باہر نکلی تو اجنبی کو بدستور دروازے پر پایا۔ پوچھا کیا تم نے پانی نہیں پیا؟ امام نے فرمایا پی لیا ہے۔ تو بولی پھر جاؤ اپنے گھر۔ تمہارا میرے گھر کے دروازے پر کھڑا رہنا مناسب نہیں۔ امام نے فرمایا اس شہر میں میرا کوئی گھر اور قرابت داری نہیں ہے۔ مجھ پر ایک احسان کریگی جس کا کل ہم آپ کو اتنا اجر بھی دیں گے۔ جو آپ کو کفایت کرے گا۔ اس عورت نے کہا کہ وہ کیا احسان ہے؟ فرمایا کہ میں مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ہوں۔ اس قوم نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ عورت نے جب سُنا کہ یہ امام مسلم ہیں تو کہا آپ اندر آجائیں۔ پھر

اس طوعہ نامی عورت نے علیحدہ کمرے میں بچھونا بچھودیا اور رات کو کھانا پیش کیا۔ مگر امام نے کھانا نہ کھایا۔ تھوڑی دیر بعد اس عورت کا بیٹا بھی آ گیا۔ جب اس نے اپنی ماں کو بار بار اس کمرے میں آتے جاتے دیکھا تو پوچھا کہ معاملہ کیا ہے۔ ماں نے بہت بار بات ٹالنے کی کوشش کی مگر بیٹے کے اصرار پر ماں نے راز فاش نہ کرنے کا عہد لے کے اسے امام مسلم کا حال بتادیا۔

علی الصبح اس بڑھیا کے بیٹے نے بھاگ کر انعام کی لالچ میں اس نے ابن زیاد کو مطلع کر دیا۔ اور صبح ہوتے ہی محمد بن اشعت آپ کو گرفتار کرنے کے لئے حضرت طوعہ کے مکان پر پہنچ گیا۔ جب وہ لوگ مکان میں داخل ہوئے تو آپ تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے اس شجاعت اور دلیری سے مقابلہ کیا کہ محمد بن اشعت کے ہمراہی پسپا ہو گئے۔ لعینوں کو جب کوئی صورت مقابلہ کی نظر نہ آئی تو انہوں نے تیر اور پتھر برسانے شروع کئے اور آگ کے گولے اندر پھینکے۔ جس سے آپ کا دم گھٹنے لگا اور آپ تلوار لے کر باہر نکل آئے اور ان سے مقابلہ کرنے لگے۔ اس پر عبدالرحمٰن نے آپ کو پناہ دے دی اور اس طرح سے آپ کو گرفتار کرنا آسان ہو گیا۔ غرض اسی حالت میں آپ کو ایک خچر پر سوار کیا گیا اور تلوار آپ سے چھین لی گئی۔ تلوار چھن جانے سے آپ کو اپنی زندگی سے مایوسی ہو گئی۔ آنکھوں میں آنسو آئے اور فرمایا یہ پہلا دھوکا ہے ابن اشعت نے پھر اطمینان اور یقین دلایا کہ آپ کے لئے امان ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے میری تلوار چھین لی اب میں بے دست وپا

ہوں۔ یہ کہہ کر آپ رونے لگے۔ عمرو بن عبید اللہ نے رونے پر طعنہ دیا کہ روتے کیوں ہو۔ جس چیز کے تم طلبگار رہو اس کے طلبگاروں پر جب ایسی مصیبت آن پڑتی ہے تو وہ رویا نہیں کرتے۔ جواب دیا بخدا! میں اپنے لئے نہیں روتا اور نہ اپنی موت پر روتا ہوں بلکہ۔

مسلم سا بھی مظلوم زمانہ میں نہ ہوگا   دشمن تو ہزار تھے وہ بیکس تن تنہا

دم لیں کہیں اتنا نہ روادار کوئی تھا   کچھ امن کی صورت نظر آتی بھی نہ اصلا

اس پر بھی نہ کچھ رنج تھا اپنا نہ الم تھا

کوفہ کو چلے آئیں نہ شبیر یہ غم تھا

میں تو اپنے لئے نہیں بلکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آل امام کے لئے روتا ہوں۔

ابن اشعت حضرت امام مسلم کو لئے ہوئے قصر امارت کے پاس پہنچا آپ کو دروازے کے پاس چھوڑ کر خود اندر گیا اور ابن زیادہ سے سارا حال بیان کیا اور کہا کہ میں نے ان کو امن دی ہے ابن زیاد نے کہا تم امان دینے والے کون ہو؟ میں نے تمہیں صرف گرفتار کرنے کے لئے بھیجا تھا امان دینے کے لئے نہیں؟ ابن اشعت دم بخود ہو گیا۔

حضرت امام مسلم بہت پیاسے تھے آپ نے قصرِ امارت کے دروازہ پر ٹھنڈے پانی کا ایک مٹا دیکھ کر پانی پینے کا ارادہ کیا تو مسلم بن عمرو الباہلی نے کہا کہ

خدا کی قسم جہنم کا کھولتا ہوا پانی پینے سے پہلے تو اس مٹکے کا پانی نہ پئے گا (معاذ اللہ فلعنۃ اللہ علی الظالمین)

آپ نے اس سے کہا کہ کھولتا ہوا پانی پینے اور ہمیشہ کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہونے کا تو زیادہ حقدار ہے۔

عمارہ بن عقبہ کو امام مسلم کی حالت پر ترس آیا اُس نے اپنے غلام کو بھیجا وہ ٹھنڈے پانی کا پیالہ بھر کر آپ کو دینے لگا جوں ہی آپ نے اس کو منہ لگایا آپ کے منہ سے خون گرا اور وہ سارا پانی خون ہو گیا۔ غلام نے دوسری مرتبہ پانی لایا اس میں بھی منہ کا خون گر گیا پھر تیسری مرتبہ پانی لایا جب پینے لگے تو سامنے کے دو دانت مبارک جو منہ میں اٹکے ہوئے تھے وہ اس پیالے میں گر گئے۔ آپ نے فرمایا الحمد اللہ میرے مقدر میں اب دنیا کا پانی نہیں ہے اس کے بعد آپ کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ جب آپ اس کے سامنے پیش ہوئے تو آپ نے سلام نہ کیا۔ دربان نے پوچھا کیا تم امیر کو سلام نہیں کرتے؟ آپ نے جواب دیا نہیں اگر اس کا ارادہ مجھے قتل کرنے کا ہے تو مجھے اس کی حاجت نہیں اور اگر اس کا ارادہ قتل کرنے کا نہیں ہے تو اسے سلام کرنے کے بہت مواقع پڑے ہیں۔ اب ابن زیاد آپ سے مخاطب ہوا کہ اے ابن عقیل رضی اللہ عنہ! لوگوں میں اتفاق اور یک جہتی تھی اور ان کی بات ایک تھی، تم آئے اور ان میں پھوٹ ڈالا، ان کو ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنا دیا۔ آپ نے کہا ہر گز نہیں، میں اس کام کے لئے نہیں آیا۔ بلکہ میرا آنا تو اسی لئے ہے کہ

عدل و انصاف قائم ہو اور اللہ کی کتاب کا حکم نافذ ہو۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۴)

حضرت مسلم کی شہادت

امام مسلم رضی اللہ عنہ اور ابن زیاد کے درمیان طویل گفتگو ہوئی اور بالآخر ابن زیاد نے امام کو قتل کا حتمی فیصلہ کرلیا۔ اس کے بعد ابن زیاد کے حکم سے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو قصر امارت کے اوپر لے جایا گیا۔ وہ تکبیر و تہلیل، تسبیح و استغفار اور درود شریف پڑھتے ہوئے اوپر چڑھ گئے اور دعا مانگی کہ اے اللہ! تو ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ فرمادے جس نے ہمیں دھوکہ دیا ہے اور ہمارا ساتھ چھوڑ گئی ہے۔ اس کے بعد جلاد نے آپ کا سر مبارک تن سے جدا کر دیا۔ پھر ابن زیاد نے ہانی بن عروہ کے قتل کا حکم دیا۔ ہانی کو سوق الغنم میں قتل کیا گیا اور ان کی لاش کو کوفہ کے مقام کناسہ پر لٹکا دیا گیا۔ بعد میں ابن زیاد نے کچھ دوسرے لوگوں کو بھی قتل کیا اور سارے واقعات شام کی طرف یزید پلید کو لکھ بھیجے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۷)

فرزندان امام مسلم رضی اللہ عنہ

حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کوفے کے بگڑتے ہوئے حالات دیکھ کر

اپنے بچوں حضرت محمد رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو قاضی شریح کے ہاں حفاظت کی غرض سے بھیج چکے تھے جب امام مسلم شہید ہو گئے۔ قاضی شریح نے آپ کے دونوں صاحبزادوں کو بلا کر پیار کیا اور بادیدۂ پُرنم ان کے سروں پر ہاتھ پھیرا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے کہا چچا جان! آپ کی آنکھوں میں آنسو ہیں اور آپ یوں ہمارے سروں پر ہاتھ پھیر رہے ہیں کہیں ہم یتیم تو نہیں ہو گئے؟ قاضی صاحب کی ہچکیاں بندھ گئیں فرمایا ہاں پیارے بچوں تمہارے ابا جان کو شہید کر دیا گیا۔ یہ سنتے ہی دونوں شہزادے رو پڑے۔ واابتاہ! واغریباہ کہہ کر دونوں ایک دوسرے سے گل مل کر رونے اور تڑپنے لگے۔ قاضی شریح نے بچوں سے کہا اب مجھے ابن زیاد سے تمہارے بارے میں کوئی اچھی امید نہیں ہے اب سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ تم چپکے سے مدینے چلے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے اسد کو بلا کر کہا کہ میں نے سنا ہے آج باب العراقین سے ایک کارواں مدینہ منورہ روانہ ہونے والا ہے۔ ان دونوں بچوں کو وہاں لے جاؤ اور کسی ہمدرد اور محبِ اہل بیت کے سپرد کر کے اس کو حالات سے آگاہ کر دینا اور تاکید کر دینا کہ ان کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دے۔

قاضی شریح کا بیٹا اسد صاحب ان بچوں کو لے کر باب العراقین پہنچا تو معلوم ہوا کہ قافلہ تھوڑی دیر پہلے چلا گیا۔ وہ بچوں کو لے کر اس راہ پر تیزی سے چلا تو کچھ دور قافلہ کی گرد نظر آئی۔ اس نے بچوں کو گرد دکھا کر کہا کہ وہ قافلہ کی گرد نظر آرہی ہے تم لوگ جلدی سے جا کر اس میں مل جاؤ۔ میں واپس جاتا ہوں۔

اسد واپس آ گیا اور بچے تیزی کے ساتھ چلنے لگے۔ مگر تھوڑی دیر بعد گرد غائب ہوگئی اور انہیں قافلہ نہ ملا۔ معصوم بچے عالم تنہائی میں پریشانی کا شکار ہو کر آپس میں گلے مل کر رونے لگے اور نازوں سے پلنے والے ماں باپ کا نام لے کر جان کھونے لگے۔

ابن زیادہ نے اعلان کروایا کہ جو مسلم کے دونوں بچوں کو ہمارے پاس لائے گا وہ انعام پائے گا، اور جو انہیں چھپائے گا یا ان کو یہاں سے نکالنے میں ان کی مدد کرے گا وہ سخت سزا کا مستحق ہوگا۔

ابن زیادہ کا اعلان سن کر مال وزر کی ہوس رکھنے والے بچوں کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ تھوڑی محنت کے بعد ہی بچوں کو پالیا گیا اور ابن زیاد کے پاس پہنچادیا گیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کو اس وقت تک جیل میں رکھا جائے جب تک ان کے متعلق یزید سے نہ پوچھ لوں کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

جیل کا داروغہ ایک محبّ اہل بیت تھا جس کا نام مشکور تھا، اسے بچوں کے حال پر رحم آیا۔ اس نے فیصلہ کرلیا کہ ان بچوں کی جان کسی بھی قیمت پر بچانی ہے، چاہے اس کیلئے اپنی جان بھی دینی پڑے۔ چنانچہ اس نے رات کے اندھیرے میں بچوں کو جیل سے نکالا، اپنے گھر لاکر کھانا کھلایا اور شہر کے باہر قادسیہ کی راہ پر لا کر اپنی انگوٹھی بطور نشانی دی اور کہا کہ یہ سیدھا راستہ قادسیہ کو جاتا ہے اس راہ پر چلے جب قادسیہ پہنچ جاؤ گے تو کوتوال سے ملنا ہماری انگوٹھی دکھلانا اور سارے حالات بتانا۔ وہ

ہمارا بھائی ہے تم لوگوں کو بحفاظت مدینہ پہنچا دے گا۔

مصیبت کے مارے دونوں بھائی چل پڑے، لیکن قضا وقدر کے احکام نافذ ہو چکے تھے اور ان کو ننھی سی عمر میں ہی شہادت سے سرفراز ہونا تھا اس لئے وہ راستہ بھول گئے رات بھر چلنے کے باوجود صبح کو گھوم پھر کر اسی جگہ پہنچے کہ جہاں سے نکلے تھے۔ خوف سے تڑپ کر قریب ہی کھوکھلا درخت نظر آیا۔ دونوں اس درخت کی آڑ میں آ کر بیٹھ گئے۔ اس درخت کے پاس ایک چشمہ بھی بہتا تھا۔ ایک لونڈی اس چشمے پر پانی بھرنے آئی تو ان بچوں کو دیکھا۔ دیکھ کر ان بچوں سے کہا تم کون ہو اور یہاں کیسے چھپے بیٹھے ہو، انہوں نے کہا ہم یتیم و بے کس اور ستم رسیدہ گم کردہ راہ مسافر ہیں کنیز نے کہا تم کس کے بچے ہو یہ لفظ سنتے ہی بچوں کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں، کنیز نے کہا میں گمان کرتی ہوں کہ تم مسلم بن عقیل کے فرزند ہو۔ یہ سن کر بچے ہچکیاں لینے لگے۔ لونڈی بولی صاحبزادو غم نہ کرو میں اس خاتون کی کنیز ہوں جو اہل بیت کے ساتھ سچی عقیدت ومحبت رکھتی ہے۔ دونوں معصوم اس کنیز کے ساتھ اس کی مالکہ کے گھر چلے آئے۔ کنیز نے اپنی مالکہ کو تمام واقعہ سنایا۔ اس خاتون کو بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے اس خوشی میں اس کنیز کو بھی آزاد کر دیا، اور ان معصوموں کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آئی۔ انہیں نہلایا اور کھانا کھلایا اور انہیں ہر طرح کی تسلی دی۔

ابن زیاد کو اطلاع ہوئی کہ مشکور نے دونوں بچوں کو رہا کر دیا ہے اس نے مشکور کو بلایا اور اس بارے میں اس سے پوچھ گچھ شروع کی۔ مشکور نے کہا کہ میں

نے خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے ان کو آزاد کر دیا۔ ابن زیاد نے کہا تو مجھ سے نہ ڈرا مشکور نے جواب دیا جو بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے وہ کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ ابن زیادہ کو غصہ آیا اور کہا میں ابھی تجھے اس کی سزا دوں گا۔ مشکور نے کہا کہ میری ہزار جانیں بھی ہوں۔ تو وہ بھی آل نبی ﷺ پر قربان۔ ابن زیادہ نے جلاد کو حکم دے کر مشکور کو بھی شہید کروایا۔ (روضۃ الشھداء ج ۲ صفحہ ۱۱۴)

ادھر نیک سیرت خاتون نے دن بھر بچوں کی خدمت کی اور پھر رات کا کھانا کھلا کر ان کو علیٰحدہ کمرے میں سلایا۔ اس خاتون کا شوہر حارث تھکا ماندہ گھر آیا۔ خاتون نے پوچھا آج سارا دن کہاں رہے کہ اتنی دیر سے آئے۔ حارث نے جواب دیا کہ مشکور نے امام مسلم کے بچوں کو رہا کر دیا ہے اور ابن زیاد نے اعلان کیا کہ جو شخص ان کو پکڑ کر لائے گا یا ان کی خبر دے گا اس کو بہت سامان اور انعام واکرام دیا جائے گا۔ میں دن بھر ان بچوں کی تلاش میں بھاگ دوڑ کرتا رہا یہاں تک کہ میرا گھوڑا بھی مر گیا اور مجھے ان کی تلاش میں پیدل چلنا پڑا۔ خاتون نے کہا اے بندۂ خدا اللہ سے ڈرا اور اہل بیت کے بارے میں دل سے ایسا خیال نکال دو۔ خاتون نے حارث کو بہت سمجھایا مگر اس کے دل و دماغ پر انعام کی لالچ بسی ہوئی تھی بیوی کی باتوں کا کوئی اثر اس کے دل پر نہ ہوا اور تھکاوٹ کی وجہ سے سو گیا۔

جب آدھی رات ہوئی تو بڑے بھائی (محمد) نے خواب دیکھا اور بیدار ہو کر چھوٹے بھائی ابراہیم کو جگاتے ہوئے کہا کہ بھائی اب سونے کا وقت نہیں رہا اٹھو

اور تیار ہو جاؤ اب ہمارا وقت بھی قریب آ گیا ہے، میں نے ابھی خواب میں دیکھا کہ ہمارے ابا جان رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی حضرت فاطمہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنھم کے ساتھ بہشت بریں میں ٹہل رہے ہیں کہ اچانک حضور ﷺ نے ہم دونوں کی طرف دیکھ کر ہمارے ابا جان سے فرمایا کہ اے مسلم تم چلے آئے ان دونوں بچوں کو ظالموں میں چھوڑ آئے۔ ابا جان نے ہماری طرف دیکھ کر کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے یہ بچے بھی آنے ہی والے ہیں۔ یہ سن کر چھوٹے نے بڑے بھائی کے منہ پر اپنا منہ دیکھ کر کہا واویلاہ واسلماہ اور رونا شروع کیا۔ بڑے بھائی کے صبر کا پیمانہ چھلک پڑا تو دونوں بھائی نہایت درد کے ساتھ رونے لگے۔ ان کے رونے کی آواز سے کم بخت حارث کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے اپنی بیوی کو جگایا اور پوچھا کہ کن کے رونے کی آواز ہے؟ عورت بیچاری سہم گئی اور کوئی جواب نہ دے سکی۔ حارث اٹھا اور چراغ جلا کر اس کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ دو بچے ہیں جو کہ ایک دوسرے سے لپٹ کر زار و قطار رو رہے ہیں اور دونوں کی زبان پر ابا ابا ہیں۔ حارث نے پوچھا تم کون ہو؟ بچوں کو پتہ تھا کہ محب اہل بیت کا گھرانہ ہے اس لئے جواب دیا کہ مسلم بن عقیل کے فرزند ہیں۔ حارث کہنے لگا کہ تعجب کی بات ہے میں سارا دن تم کو ڈھونڈتا رہا اور تم میرے ہی گھر میں موجود ہو۔ یہ سن کر بچے سہم گئے۔ حارث کی بیوی نے اپنے شوہر کے قدموں پر سر رکھ دیا کہ ان یتیموں پر ترس کھاؤ مگر وہ نہ مانا۔

جب صبح ہوئی تو اس سنگ دل نے تلوار ہاتھ میں لی اور ان دونوں بچوں کو

ساتھ لے کر چلا۔ عورت نے جب دیکھا تو اس سے رہا نہ گیا۔ ننگے پیر پیچھے دوڑی اور منت وسماجت کرنے لگی۔ مگر حارث نے الٹا بیوی کو بھی مارا۔ اسی اثناء میں حارث کے ایک غلام جو اس کے بیٹے کا رضاعی بھائی بھی تھا معلوم ہوا تو وہ پیچھے دوڑا۔ حارث نے اس کو بھی زخمی کر دیا اور اس غلام پر ایسا وار کیا کہ وہ جام شہادت نوش کر گیا اور ظالم تلوار اٹھائے چمنستان رسالت کے ان پھولوں کو کاٹنے کیلئے ان کی طرف بڑھا۔ بیوی دوڑ کر حائل ہوگئی ظالم نے بیوی پر وار کر کے اسے زخمی کر دیا۔ بیٹے نے ماں کو تڑپتے دیکھا تو اس نے باپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ باپ نے بیٹے پر بھی وار کر کے موت کی نیند سلا دیا۔ زخمی ماں نے بیٹے کو تڑپتا دیکھا تو اس کا کلیجہ بھی پھٹ گیا اور وہ بھی راہیٔ جنت ہوئی۔ اب جلاد اپنی خون آلود تلوار لے کر بچوں کی طرف بڑھا۔ چھوٹے بھائی پر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ بڑا بھائی چیخ پڑا۔ خدارا پہلے مجھے ذبح کر۔ جان سے زیادہ عزیز بھائی کو تڑپتی ہوئی لاش میں نہیں دیکھ سکوں گا۔ چھوٹے بھائی نے کہا کہ بڑے بھائی کے قتل کا منظر مجھ سے ہرگز نہ دیکھا جاسکے گا۔ خدارا پہلے میرا سر قلم کرو۔ ظالم حارث نے تلوار اٹھائی اور دونوں کو شہید کیا۔ دو ننھی چیخیں بلند ہوئیں اور یتیم بچوں کے کٹے ہوئے سر خون میں تڑپنے لگے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(نقش وفا صفحہ ۳۰ شام کربلا صفحہ ۷۵)

جب ظالم نے معصوموں کو شہید کر دیا تو سر کاٹ کر ایک تھیلے میں ڈال کر ابن زیاد کے دربار میں پہنچا، ابن زیاد نے پوچھا تھیلے میں کیا ہے اس نے کہا اس میں

تیرے دشمنوں کے سر ہیں ابن زیادہ نے پوچھا کون دشمن؟ حارث نے جواب دیا فرزندان مسلمؓ۔ ابن زیادہ غضبناک ہوا اور کہا تو نے کس کے حکم سے ان کو قتل کیا ہے؟ میں نے یزید کو لکھ کر بھیجا ہے کہ اگر حکم ہو تو ان کو زندہ بھیج دوں۔ اب اگر اس نے زندہ بھیجنے کا حکم دے دیا تو میں کیا کروں گا۔ چنانچہ ابن زیاد نے مقاتل نامی جلاد کو اس شخص کے قتل کا حکم دیا اور جلاد نے حارث کا سر تن سے جدا کر دیا۔

(روضۃ الشہداء، ۱۵۰/شہادت امام حسین صفحہ ۱۴۳)

امام عالی مقام کی روانگی

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو جب حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے کے خط سے کوفیوں کی والہانہ عقیدت کا حال معلوم ہوا تو آپ نے سفر کوفہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ۸/ذی الحجہ کو امام مسلمؓ نے کوفہ میں شہادت پائی اسی دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

جب امام پاک خانوادۂ رسول ﷺ کی تقدس مآب خواتین، بچوں، دوستوں اور بہی خواہوں کے ساتھ عازم کوفہ ہونے لگے، تو حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن جعفر اور دیگر ساتھی منع کرتے رہے کہ کوفی بڑے بے وفا اور ناقابل اعتماد ہیں۔ لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے

رہے کہ اب مسئلہ وفا اور بے وفائی کا نہیں۔ مسئلہ اس دعوت کا ہے جس میں مجھے کلمہ حق بلند کرنے، ظلم وجبر کے خلاف جنگ شریعت مصطفوی ﷺ کے احیاء اور دین اسلام کی قدروں کو پامالی سے بچانے کیلئے میدان عمل میں آنے کو کہا گیا ہے۔ اسلئے میں ان مقاصد کیلئے ارادہ اور موجودہ اقدام سے پیچھے نہ ہٹوں گا۔

ناموسِ رسالت کا یہ نورانی قافلہ بڑے ہی صبر وسکون کے ساتھ ذکر الہی کرتا ہوا آگے بڑھتا گیا اور منزل قریب آتی گئی یہاں تک کہ قافلہ مقام صفاح میں پہنچ گیا۔ وہاں عرب کے مشہور شاعر فرزدق سے امام پاک کی ملاقات ہوئی۔ وہ کوفہ سے آرہا تھا۔ فرزدق نے آپ کو سلام کیا اور دعا دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مراد پوری کرے اور آپ کو وہ چیز عطا فرمائے جس کے آپ طلبگار ہیں۔ امام پاک نے کوفیوں کا حال پوچھا؟ اس نے کہا!

"قلوب الناس معك وسيوفهم مع بنی امیه" لوگوں کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کو ایڑ لگائی اور "السلام علیکم" کہہ کر دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہو گئے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۶۶، الطبری ج ۶ ص ۲۸، ابن اثیر ج ۴ ص ۴۰)

جوں ہی یہ قافلہ آگے بڑھا تو امام پاک کے بھانجے حضرت عون اور محمد رضی اللہ عنہما اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا خط لے کر آئے اور

آپ کو راستے میں مل کر خط پیش لیا۔ اس میں لکھا تھا۔

میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ میرا یہ خط دیکھتے ہی فوراً واپس آجائیں کیونکہ جہاں آپ جا رہے ہیں وہاں آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کی بربادی کا اندیشہ ہے اگر خدانخواستہ آپ ہلاک ہو گئے تو اسلام کا نور بجھ جائے گا اور دنیا میں اندھیرا ہو جائے گا۔ آپ اہل ہدایت کے رہنما اور اہل ایمان کی امید ہیں۔ آپ روانگی میں جلدی نہ کریں۔ اس خط کے پیچھے پیچھے میں بھی آرہا ہوں۔ (الطبری ج ٦ ص ٢١٩)

فرزندوں کے ہاتھ خط روانہ کر کے حضرت عبداللہ بن جعفر خود عمرو بن سعد حاکم مکہ کے پاس گئے اور اس سے گفتگو کر کے کہا کہ تم اپنی جانب سے ایک خط حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام جس میں انہیں امان دینے اور ان کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کا وعدہ ہو لکھ کر انہیں واپس آنے کے لئے کہو۔ عمرو بن سعد نے کہا مضمون تم خود لکھو میں اس پر مہر ثبت کر دوں گا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ نے عمرو کی طرف سے لکھ دیا۔ عمرو نے اس پر اپنی مہر ثبت کر دی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عمرو سے مزید کہا کہ میرے ساتھ کسی آدمی کو امان کے طور پر بھیج دو۔ عمرو نے اپنے بھائی یحیٰ کو آپ کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ دونوں حضرت امام پاک سے جا ملے اور انہیں یہ خط پڑھ کر سنایا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے واپس آنے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا۔

انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام وقد امرنی فیھا بامر وانا ماض لہ فقالا وماتلک الرویاء فقال لا احدث بھا احدا حتیٰ القی ربی عزوجل

(البدایہ والنھایہ ج ۸ص ۱۶۷، ابن اثیر ج ۴ص ۴۰، الطبری ج ۶ص ۲۸)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے آپ نے مجھے ایک کام سرانجام دینے کا حکم فرمایا ہے جسے میں ہر حالت میں انجام دوں گا۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ خواب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ خواب میں کسی کو نہ بتاؤں گا یہاں تک کہ میں اپنے رب عزوجل سے جاملوں۔

ابن زیاد بدنہاد کو اطلاع مل چکی تھی کہ کاروان امام کوفے کی طرف روانہ ہو چکا ہے اور برابر منزلیں طے کررہا ہے اس نے اس کارواں سے نمٹنے کیلئے ایک لشکر حصین بن نمیر تمیمی کی سربراہی میں بھیج دیا۔ حصین بن نمیر نے قادسیہ پہنچ کر لشکر پھیلا دیا۔ اور راستوں کی ناکہ بندی کرادی اور چند سوار برائے جاسوسی آگے بھیجے۔

امام پاک نے مقام حاجر میں پہنچ کر اپنے ایک رفیق قیس بن مسہر کو ایک خط دے کر کوفہ روانہ کیا۔ جس میں اہل کوفہ کو اپنے آنے کی اطلاع اور تکمیل مقصد کے سلسلے میں پوری طرح جدوجہد کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ آپ کا قاصد آپ کا خط

لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوا مگر قادسیہ کے مقام پر گرفتار ہو گیا اور اسے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ ابن زیادہ نے اسے کہا کہ محل کے اوپر چڑھ کر سب لوگوں کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہ' اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گالیاں دو۔ قاصد نے محل کے اوپر چڑھ کر حضرت علی اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے کے بجائے ان کی تعریف اور ان کے لئے دعا مغفرت کی۔ ابن زیاد اور اسکے باپ پر لعنت کی اور کہا کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے روانہ ہو چکے ہیں، میں ان کا فرستادہ ہوں تم سب کو چاہئے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری اور اطاعت کریں۔

اس پر ابن زیاد کے حکم سے اسے محل سے نیچے گرادیا گیا جس کی وجہ سے اس کی ہڈیاں چور چور ہو گئی اور وہ شہید ہو گیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۶۸ ابن اثیر ج ۴ ۱۷)

جب یہ قافلہ 'ثعلبہ' کے مقام پر پہنچا تو حضرت امام پاکؓ کو حضرت امام مسلمؓ اور ہانی بن عروہ کی شہادت کی خبر ملی اس المناک خبر کو سن کر آپ نے بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون، رحمۃ اللہ علیہا پڑھا۔

جس دم یہ سناشہ نے مسافر کی زبانی
آنکھوں سے بہے اشک جگر ہو گیا پانی
فرمایا کہ راحت میں ہماری خلل آیا

منزل پہ نہ پہنچے کہ پیام اجل آیا

جب امام پاکؓ کو یہ المناک خبر ملی تو آپ نے اپنے سب رفقاء کو جمع کر کے فرمایا۔ ہمیں مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر کے قتل کی خبریں مل چکی ہیں آپ نے ان سب لوگوں کو کوفیوں کی بدعہدی سے مطلع کرتے ہوئے فرمایا کہ اب میرا سفر نہایت خطرناک ہے میں تم سب کو اپنی بیعت سے آزاد کرتا ہوں جس کا جہاں جی چاہے چلا جائے اور ساتھ وہی لوگ رہ جائیں جو آپ کے مقاصد کے ساتھ پورے پورے متفق ہوں۔ آپ کے اس ارشاد کو سن کر وہ لوگ جو راستے میں ہمراہ ہو گئے تھے منتشر ہو گئے، کیونکہ وہ بقصد جنگ نہیں بلکہ یہ سمجھ کر ساتھ ہوئے تھے کہ کوفہ پر ان کا قبضہ ہو گیا ہے۔

جب حسینی قافلہ ''کوہ ذی حسُم'' کے مقام پر پہنچا تو حر بن یزید ریاح جو کہ حکومت یزید کی طرف سے آپ کو گرفتار کرنے کیلئے بھیجا گیا تھا۔ ایک ہزار مسلح سواروں کے ساتھ پہنچ گیا اور آپ کے مقابل آ کر کھڑا ہو گیا۔ ظہر اور عصر کی نمازیں حر اور اس کے لشکر نے حضرت امام پاک کی امامت میں ہی ادا کی۔ عصر کی نماز کے بعد آپ نے انہیں خطاب فرمایا اور سمع و اطاعت پر ابھارا اور ظلم کرنے والے دوسرے مدعیان خلافت کی بیعت کو توڑ دینے کی ترغیب دی۔ بھیجے ہوئے خطوط کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ تمہارے خطوط اور قاصد بھیجنے پر آیا ہوں۔ اگر میرا آنا تمہیں ناگوار ہے تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں گا۔

حر نے کہا کہ ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ جب آپ ہم سے ملیں تو آپ سے اس وقت تک جدا نہ ہوں جب تک آپ کو ابن زیاد کے پاس نہ لے جائیں۔آپ نے فرمایا تمہاری موت اس سے زیادہ قریب ہے پھر آپ نے اپنے ساتھیوں کو سوار ہو کر لوٹنے کا حکم دیا تو حر کے لشکر نے آپ کا راستہ روک لیا۔تو آپ نے حر سے کہا تیری ماں تجھے روئے تو کیا چاہتا ہے؟ حر نے کہا خدا کی قسم! اگر آپ کے علاوہ کوئی اور عرب یہی بات کہتا خواہ وہ کوئی بھی ہوتا تو میں اس کی ماں کے لئے بھی یہی کہتا۔لیکن خدا کی قسم میں آپ کی والدہ کا ذکر احسن طریقہ سے ہی کروں گا۔آپ نے فرمایا اچھا کہو تم کیا چاہتے ہو؟ حر نے کہا میں آپ کو ابن زیادہ کے پاس لینا چاہتا ہوں۔آپ نے فرمایا خدا کی قسم! میں اس میں تمہاری موافقت نہیں کرونگا۔فریقین میں سے کچھ بحث ومباحثہ ہوتا رہا۔بالآخر حر نے کہا مجھے آپ کے ساتھ لڑنے کا حکم نہیں ہے مجھے صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ جہاں بھی آپ ملیں آپ کو چھوڑوں نہیں جب تک کہ آپ کو کوفہ پہنچا دوں، تو آپ ایسا راستہ اختیار کریں جو نہ آپ کو کوفہ پہنچائے اور نہ مدینہ لوٹائے۔اس دوران میں ابن زیادہ کو لکھتا ہوں، اور آپ بھی ابن زیادہ یا یزید کو لکھیں شاید اللہ تعالیٰ کوئی ایسی عافیت کی صورت پیدا کرے کہ میں بھی آپ کے معاملہ میں ابتلاء وآزمائش سے بچ جاؤں۔آپ غدیب اور قادسیہ کی راہ سے بائیں طرف مڑ کر چلنے لگے۔حر بھی ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۲، الطبری ج ۶ ص ۲۲۸، ابن اثیر ج ۴ ص ۴۷)

چلتے چلتے آپ نینوا کے میدان میں پہنچے تو آپ نے کوفہ سے آتے ہوئے ایک سوار کو دیکھا۔ سب اس سوار کا انتظار کرنے لگے، وہ قریب آیا تو اس نے امام پاک کو نہیں بلکہ حُر کو سلام کیا اور ابن زیاد کی طرف سے حر کو ایک خط دیا۔ اس خط میں لکھا تھا کہ جب یہ قاصد تمہارے پاس پہنچے تو اسی وقت سے امام حسینؓ سے سختی کرو، اور تم اس کو سوائے ایسے کھلے میدان کے جہاں نہ کوئی پناہ گاہ ہو اور نہ پانی کہیں اور نہ اترنے دو۔ میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ ہی لگا رہے جب تک میرے پاس یہ خبر نہ آجائے کہ تم نے میرے حکم پر عمل کیا ہے۔

حُر نے یہ خط امام پاک اور آپ کے ساتھیوں کو سنا دیا، اور آپ کے ساتھ سختی سے ایسے میدان کی طرف چلنے اور اترنے کیلئے کہا، جہاں نہ کوئی بستی اور پانی وغیرہ تھا۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم نینوا یا غاضریہ یا شفیہ میں اتریں گے حر نے کہا خدا کی قسم! میں ایسا نہیں کرسکتا کیونکہ اس شخص (یعنی قاصد) کو مجھ پر برابر نگرانی کرنے کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔

امام سرزمین کربلا میں

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بائیں طرف مڑ کر تھوڑا سا چلے تھے کہ حر کے سپاہیوں نے آکر روک دیا اور کہا بس یہیں اتر پڑیئے۔ فرات یہاں سے دور نہیں

ہے۔ حضرت امام نے پوچھا اس جگہ کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے کہا اس کا نام کربلا ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا کرب وبلا کی یہی منزل ہے، تو حضور سرور کائنات کی احادیث اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ایک پرانے خواب کی یاد آپ کے دلمیں تازہ ہوگئی۔ یہی دنیائے توحید کی وہ امتحان گاہ ہے جہاں حق وباطل کی آزمائش ہوگی۔ امام پاک گھوڑے سے اتر پڑے اور فرمایا۔

هٰذِهٖ كربلاء موضع كربٍ وبلاءٍ هذا مناخُ

رِكابنا ومحطُّ رِحالنا ومقتلُ رجالنا

یہ کربلا ہے جو مقام کرب وبلا ہے یہی ہمارے مال واسباب کے اترنے کی جگہ اور ہمارے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ اور ہمارے اعوان وانصار کے قتل ہونے کی جگہ ہے۔

(سعادت الکونین ص ۹۸، الطبری ج ۵ ص ۲۳۶ تاریخ کربلا)

کربلا کے ریگستان میں اہلبیت رسول ﷺ کے خیمے نصب ہوئے۔ ان نفوس قدسیہ کی بدولت میدان کربلا خلد بریں کا خواب بنا۔

ہاتف نے دی صدا کہ زہے شان کربلا

مختار کائنات ہیں مہمان کربلا

پھولوں سے آج بھر گیا دامان کربلا

بس اب نواں بہشت ہے بستان کربلا

خورشید دیں کے فیض سے کیا کیا شرف ملے

روشن ہے جس سے عرش وہ در نجف ملے

ادھر تو کاروان امام پاک غریب الوطنی کے عالم میں کربلا کے میدان میں خیمہ زن تھا اور ادھر یزیدی حکومت ان نفوس قدسیہ پر قیامت برپا کرنے کی بھرپور تیاریوں میں مصروف تھی، چنانچہ دوسرے ہی دن عمرو بن سعد چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ مقابلہ کیلئے کوفہ سے یہاں پہنچ گیا۔ ابن سعد ۳ر محرم ۶۱ھ کو چار ہزار فوج کے ساتھ امام پاک کے مقابلے میں کربلا پہنچ گیا اور اس نے دریائے فرات کے کنارے اپنے خیمے اس طرح نصب کئے کہ وہ امام پاک اور پانی کے درمیان حائل ہو گئے۔

کوفہ میں مردود ابن زیاد فوجیں جمع کر کے برابر عمرو کے پاس کربلا بھیجتا رہا، یہاں تک افواج یزید کی مجموعی تعداد امام یافعی کی روایت کے مطابق ۲۲ ہزار اور علامہ ابونواس کی روایت کے مطابق ۵۰ ہزار سے زیادہ ہو گئی، (مظلوم کربلا ص ۱۵۴)

عمرو بن سعد نے حضرت امام حسینؓ کے پاس قاصد بھیجا کہ آپ کیوں تشریف لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اہل کوفہ نے مجھے لکھا تھا کہ میں ان کے پاس آؤں۔ اب اگر وہ مجھ سے بیزار ہیں تو میں واپس مکہ چلا جاتا ہوں۔ جب ابن سعد کو یہ جواب ملا تو اس نے کہا کہ میری یہ تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی طرح مجھے حضرت امام حسینؓ کے خلاف جنگ کرنے سے بچائے۔

پانی بند کرنے کا حکم

چنانچہ ابن سعد نے ابن زیاد کو امام پاک کی یہ بات لکھ بھیجی کہ اہل کوفہ کی ان سے بیزاری پر واپس مکہ جانا چاہتے ہیں لیکن ابن زیاد نے جواب دیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کردو اور حسین رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ خود اور ان کے ہمراہی امیر المؤمنین یزید ابن معاویہ کی بیعت کریں جب وہ بیعت کرلیں گے تو پھر ہم سوچیں گے کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ اس پر عمرو بن حجاج کی قیادت میں ابن سعد کے آدمیوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قافلہ پر پانی بند کردیا۔ (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۱۷۵)

۷/محرم کو پانی بند کیا گیا۔ عبداللہ بن ابی حصین نے پکار کر کہا اے حسین دیکھتے ہو، یہ پانی نیلا نیلا آسمانی رنگ کا، کسی طرح بہہ رہا ہے۔ لیکن خدا کی قسم! تمہیں اس سے ایک قطرہ بھی نصیب نہیں ہوگا اور تم اسی طرح پیاسے ہی مرجاؤ گے (معاذ اللہ) یہ سن کر آپ نے فرمایا اللّٰھم اقتلہ عطشاً ولا تغفرہ ابداً اے اللہ اس کو پیاس کی حالت میں موت دے اور اس کی ہرگز کبھی بخشش نہ کرنا۔

بعد ازاں یہ بے ادب گستاخ بیمار پڑا تو حمید بن مسلم کہتے ہیں کہ میں اس کی عیادت کو گیا، تو خدا کی قسم! میں نے اسے دیکھا کہ پانی پیتا اور قے کردیتا، پھر

پیاس پیاس کہتا۔ اس کو پانی دیا جاتا، پیتا اور قے کر دیا۔ اسی طرح ہر قت پانی پانی کرتا مگر سیراب نہ ہوتا یہاں تک کہ اسی حالت میں مر گیا۔ (الطبری ج ۵ ص ۴۲۹)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ابن سعد سے ملنے کی خواہش کی جس کو ابن سعد نے مان لیا۔ اس پر دونوں فریق بیس بیس سواروں کے ہمراہ آئے، آپ نے اپنے رفقاء کو اور ابن سعد نے اپنے ساتھیوں کو ایک طرف کر دیا۔ دونوں کے درمیان تنہائی میں کافی دیر گفتگو ہوئی جس کو کسی نے نہیں سنا۔ اس گفتگو کے مختلف دو روایتیں ہیں۔ پہلی روایت میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت امام نے ابن سعد کو فرمایا کہ لشکروں کو یہیں چھوڑ کر ہم دونوں یزید کے پاس شام چلتے ہیں اور اس سے براہ راست معاملہ طے کرتے ہیں۔ ابن سعد نے جواب میں کہا کہ ایسا کرنے پر ابن زیاد میرا گھر مسمار کر دے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بہتر گھر تعمیر کرا دوں گا۔ ابن سعد نے کہا کہ وہ میری جائیداد ضبط کر لے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں اپنی حجاز کی جائیداد میں سے اس سے زیادہ دوں گا۔ لیکن ابن سعد نے منظور نہ کیا۔

دوسری روایت میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نے یہ مطالبہ پیش کیا کہ

۱/ ہم دونوں یزید کے پاس چلتے ہیں۔ یا

۲/ تم مزاحمت نہ کرو میں واپس حجاز چلا جاتا ہوں۔ یا

۳/ ترکوں سے جنگ کرنے کیلئے سرحد کی طرف روانہ ہو جاتا ہوں۔

مصنف تاریخ طبری نے ان دونوں روایتوں کو لوگوں کا وہم اور گمان

بتایا ہے اور آگے لکھتے ہیں کہ یہ باتیں ہرگز ہرگز حضرت امام پاک نے نہیں کہیں، یہ لوگوں کا خیال ہے بلکہ صحیح روایت یہ ہے کہ امام حسینؓ نے فرمایا کہ مجھے اس وسیع وعریض زمین میں کسی طرف نکل جانے دو۔ میں دیکھوں گا کہ انجام کیا ہوتا ہے۔

(الطبری ج ۵ ص ۲۴۰ تاریخ کربلا)

علامہ حافظ ذہبی اور ابن حجر نے دوسری روایت پر جرح کی ہے اور اس کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔

حضرت امام حسین سے ملاقات کرنے کے بعد ابن سعد کو یہ کہنا پڑا کہ آپ صلح کے راستے پر گامزن ہیں۔ ابن سعد نے یہ بات ابن زیاد کو لکھ بھیجی۔ ابن زیاد نے امام پاک کی اس تجویز کو قبول کرنا چاہا مگر بد بخت شمر ذی الجوشن کھڑا ہوا اور کہا کہ آپ ان کی بات قبول کر رہے ہیں جبکہ وہ آپ کی گرفت میں آچکے ہیں۔ واللہ اگر حسین ہاتھ سے نکل گئے اور انہوں نے آپ کی اطاعت نہ کی تو وہ آگے چل کر ضرور قوت وشوکت حاصل کرلیں گے، اور آپ کمزور وعاجز ہو جائیں گے۔ ایسا موقعہ اس کو ہرگز نہ دو بلکہ آپ انہیں حکم دیں کہ وہ اور ان کے ساتھی اپنے آپ کو ہمارے حوالے کردیں۔ اس صورت میں اگر آپ انہیں سزا دیں گے تو سزا دینا آپ کا حق ہوگا، اور اگر معاف کردیں گے تو اس کا بھی آپ کو اختیار ہوگا۔ واللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسین اور ابن سعد دونوں لشکروں کے درمیان رات رات بھر بیٹھے باتیں کرتے رہتے ہیں۔

ابن زیاد نے شمر لعین کی اس رائے کو پسند کیا۔ پھر شمر بن ذی الجوشن کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ اگر حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے رفقاء میرے حکم کی تعمیل کریں تو بہتر ورنہ عمرو بن سعد کو حکم دو کہ وہ حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے اصحاب پر حملہ کر دے۔ اگر ابن سعد اس میں لیت و لعل کرے تو اسے قتل کر دو اور فوج کی کمان خود سنبھال لو۔ قتل حسین میں سستی کرنے پر ابن زیاد نے ابن سعد کو ایک تہدید آمیز خط لکھا کہ اگر حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھی اطاعت قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کرو کیونکہ وہ باغی ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۵)

جب شمر بن ذی الجوشن ابن زیاد کا خط لے کر عمر بن سعد کے پاس آیا تو اس نے کہا اے شمر! خدا تیرے گھر کو برباد کرے اور جو کچھ تو لایا ہے اس پر تیرا ستیاناس کرے۔ مجھے یقین ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جو شرط پیش کی تھی انہیں منظور کرنے سے ابن زیاد کو تو نے ہی روکا ہے شمر نے کہا کہ تم مجھے بتاؤ کہ تمہارا ارادہ اب کیا ہے؟ کیا تم ان سے جنگ کرتے ہو یا میرے اور ان کے درمیان سے ہٹتے ہو؟ ابن سعد (چونکہ حکومت کا متمنی تھا) نے کہا نہیں میں سرداری تمہارے ہاتھ میں نہ دوں گا۔ بلکہ خود فوج کی قیادت کروں گا اور یہ فوج ۹ رمحرم بروز جمعرات دن ڈھلے جنگ کیلئے قافلہ حسین کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۵)

امام عالی مقام اپنے خیمہ کے دروازے پر تلوار کا سہارا لیکر گھٹنوں پر سر رکھے بیٹھے تھے کہ آپ کی آنکھ لگ گئی، ادھر ابن سعد نے اپنے لشکر کو پکارا کہ اے

اللہ کے سپاہیو سوار ہو جاؤ اور فتح وکامرانی کی خوشی مناؤ۔ اس پر تمام لشکر نماز عصر کے بعد سوار ہو کر حملہ کرنے کیلئے امام پاک کے خیموں کے قریب پہنچ گئے۔ یزیدی فوج کا شور سن کر آپ کی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کے پاس آئیں اور آپ کو بیدار کیا۔ آپ نے سر اٹھا کر فرمایا۔ کہ

انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال لی انک تروح الینا

میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم ہمارے پاس آنے والے ہو۔

بہن زینب نے یہ سن کر کہا یا ویلتاہ (ہائے مصیبت) آپ نے فرمایا تمہارے لئے مصیبت نہیں، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، صبر کرو اور خاموش رہو۔ اسی اثنا میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آکر اطلاع دی کہ فوج یزید نے حملہ کر دیا ہے، یہ سن کر امام پاک اپنی جگہ سے اٹھے اور عباس سے فرمایا جاؤ ان سے پوچھو کہ تم کس ارادے سے آئے ہو؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ تقریباً بیس سواروں کو ساتھ لے کر یزیدی لشکر کی طرف گئے اور اس کے پاس پہنچ کر پوچھا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ ابن زیاد کا حکم ہے کہ تم اس کی اطاعت قبول کر لو ورنہ ہم تمہارے ساتھ جنگ کریں گے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو وہیں چھوڑ کر امام پاک کو آگاہ کرنے کیلئے آئے۔ آپ نے فرمایا ان لوگوں سے کہو ہمیں ایک

رات کی مہلت دے دیں تاکہ اس آخری رات میں ہم اچھی طرح نماز پڑھ لیں دعائیں مانگ لیں اور توبہ واستغفار کرلیں۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے نماز تلاوت اور دعا واستغفار سے بڑا قلبی تعلق ہے۔ یزیدی فوج نے یہ بات مان لی۔

امام کا اپنے رفقا سے خطاب

اس کے بعد امام پاک نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا۔ آپ کے فرزند حضرت سیدنا علی اوسط زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے قریب جا بیٹھا کہ سنوں ابا جان کیا فرماتے ہیں حالانکہ میں بیمار تھا آپ نے یہ خطبہ دیا۔

اثنیٰ علی اللّٰہ تبارك وتعالیٰ احسن الثناء واحمدہٗ علی السرّآء ولضرآءِ اللّٰھم انی احمدك علیٰ ان اکرمتنا بالنبوۃ وجعلت لنا اسماعاً وابصاراً وّافئدۃً وعلمتنا القراٰن وفقھتنا فی الدین فاجعلنا لك من الشّٰکرین اما بعد! فانی لا اعلم اصحاباً اوفیٰ ولا خیرٌ من اصحابی ولا اھل بیتٍ ابرّ ولا اوصل من اھل بیتی فجزاکم اللّٰہ جمیعاً عنی خیراً الاّ وانی لا ظن یومنا من ھٰؤلآءِ

الاعداء غداً وانی قد اذنت لکم جمیعاً
فانطلقوا فی حل لیس علیکم منی ذمامٌ هذا
اللیل قد غشیکم فاتخذوه جملاً ولیا خذُ کل
رجلٍ منکم بید رجل من اهل بیتی فجزا کم
اللّٰہ جمیعاً ثم تفرقوا فی البلاد فی سواد کم
ومدائنکم حتیٰ یفرج اللّٰہ فان القوم یطلبوانی
ولو اصابوَنی لهوا عن طلبِ غیری

(ابن اثیر ج ۴ ص ۲۴، الطبری ج ۶ ص ۲۳۸ شام کربلا ۱۱۷)

اللہ کی تعریف کرتا ہوں، خوشی ومسرت اور تنگی وتکلیف میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بہترین حمد وثنا کرتا ہوں، اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں، تیرا شکر بجالاتا ہوں کہ تو نے ہمیں نبوت کے ساتھ مکرم کیا اور سننے والے کان اور دیکھنے والی آنکھیں اور دل دیا اور ہمیں قرآن سکھایا اور دین کی سمجھ عطا فرمائی اور ہمیں اپنے شکر گذار بندوں میں سے کیا۔ امابعد! میں کسی کے ساتھیوں کو اپنے ساتھیوں سے زیادہ وفادار اور بہترین سمجھتا اور نہ کسی اہل بیت کو اپنے اہل بیت سے زیادہ نیکوکار اور صلہ رحمی کرنے والا دیکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تم سب کو میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ سن لو!

میں یقین رکھتا ہوں کہ ہمارا دن ان دشمنوں سے (مقابلے کا) کل کا
دن ہے اور میں تم سب کو بخوبی اجازت دیتا ہوں کہ رات کی اس
تاریکی میں چلے جاؤ میری طرف سے کوئی ملامت نہ ہوگی۔ ایک
ایک اونٹ لے لو اور تمہارا ایک ایک آدمی میرے اہل بیت میں سے
ایک ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کے اپنے ساتھ لے لے اللہ تم سب کو
جزائے خیر دے، پھر تم اپنے اپنے شہروں اور دیہاتوں میں متفرق
ہو جانا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یہ مصیبت آسان کر دے۔ بلاشبہ یہ
لوگ میرے ہی قتل کے طالب ہیں اور جب مجھے قتل کر لیں گے تو
پھر کسی اور کی ان کو طلب نہ ہوگی۔

اس خطبہ کو سن کو آپ کے بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں اور بھانجوں نے بیک
زبان کہا کہ ہم صرف اس لئے چلے جائیں کہ آپ کے بعد زندہ رہیں۔ خدا ہمیں وہ
دن نہ دکھائے۔ دوسرے اصحاب نے بھی اسی طرح کے جذبات کا اظہار کیا اور کہا کہ
خدا کی قسم! ہم آپ کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ ہم آپ پر اپنی جانیں قربان
کر دیں گے۔ آپ کے ساتھ مل کر آپ کے دشمنوں سے لڑیں گے۔ جب ہم قتل
ہو جائیں گے تو سمجھیں گے کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۶، الطبری ج ۶ ص ۳، ابن اثیر ج ۴ ص ۵۷)

اپنے ساتھیوں اور اہل بیت کے ان جذبات کو دیکھ کر آپ نے انہیں حکم دیا

کہ تمام رات خیمے قریب قریب کرلو حتیٰ کہ ان کی طنابیں ایک دوسری میں گھسی ہوئی ہوں تاکہ دشمن ہم تک صرف ایک جانب سے آسکے ہمارے دائیں بائیں اور پیچھے کی جانب خیمے ہوں۔آپ کے اس حکم پر عمل پیرا ہونے کے بعد آپ کے رفقاء آپ کی معیت میں ساری رات نوافل پڑھتے رہے اور عاجزی وانکساری کے ساتھ مغفرت کی دعائیں مانگتے رہے۔ (ابن اثیر ج ۴ ص ۵۹، البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۷۷)

امام حسینؓ کے فرزند اوسط حضرت علی زین العابدین فرماتے ہیں کہ جمعرات کی شام کو میں بیٹھا ہوا تھا اور میری پھوپھی سیدہ زینب میری تیمارداری میں مصروف تھیں۔اس وقت میرے والد ماجد کے پاس ابوذر غفاری کے آزادہ کردہ غلام حوّی بیٹھے ہوئے تلوار درست کر رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

يا دهر اف لك من خليل — كم لك بالاشراقِ والاَصيل

من صاحب اوطالب قتيلُ — والدهر لا يقنعُ بالبديل

وانما الامر الى الجليل — وكل حيٍّ سالِك السبيل

ما اقرب الوعدِ من الرحيل — سبحان ربي مالهٗ مثيلُ

اے زمانہ ناپائیدار تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے کسی دوست سے کبھی وفا نہ کی۔صبح وشام تو نے کیسے کیسے صاحبان اولوالعزم کو قتل کیا اور یہ زمانہ ناہنجار عوض پر قناعت نہیں کرتا،اور سب ہی کی بازگشت خدائے جلیل ہی کی طرف ہے اور ہر زندہ کو یہی راہ درپیش ہے۔میرا وعدۂ رحلت کس قدر قریب آپہنچا ہے۔لہٰذا میں

اپنے پروردگر کی تسبیح کرتا ہوں جس کا کوئی مثیل نہیں ہے۔

فرزند رسول کی رات عبادت میں بسر ہوئی۔ آپ نے مسجدوں میں مہم عشق سر کی۔ عاشورۂ محرم کی رات ختم ہوئی اور دسویں محرم کی قیامت نما صبح نمودار ہوئی۔ امام پاک حضرت علی اکبرؓ کی جانب دیکھ کر کہا

فرمایا سحر قتل کی ظاہر ہوئی بیٹا   لو اٹھو اذان دو کہ شب آخر ہوئی بیٹا

امام پاک کے خیموں میں اذان کی آواز بلند ہوئی۔ نواسۂ رسول ﷺ نے اپنے تمام رفقاء اہل بیت کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی۔ یہ شہداء کربلا کی آخری نماز تھی۔ اس نماز کا عالم اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کیا ہوگا۔ جن کو یہ پتہ ہوگا کہ یہ ہماری آخری نماز ہے انہوں نے اس کو کیسے ادا کیا ہوگا۔

حسینی لشکر کے بہتر (۷۲) جان نثار، بائیس ہزار یزیدیوں کے مقابلے میں لڑنے کیلئے تیار ہو گئے۔ امام پاک نے حضرت زہیر بن قین کو میمنہ پر اور حضرت حبیب بن مظاہر کو میسرہ پر مقرر کیا اور علم اپنے بھائی حضرت عباس کے سپرد کیا۔

امام عالی مقام اونٹ پر سوار ہوئے اور قرآن منگوا کر اپنے سامنے رکھا اور دونوں ہاتھ بارگاہ الٰہی میں اٹھا کر یوں دعا کی۔

اے اللہ! ہر مصیبت میں تو ہی میرا اعتماد اور ہر تکلیف میں تو ہی میرا آسرا ہے تمام حوادث میں تو ہی میرا سہارا اور ڈھارس ہے۔ بہت سے غم واندوہ ایسے ہوتے ہیں جن میں دل بیٹھ جاتا ہے اور ان غموں سے رہائی کی تدبیریں کم ہو جاتی

ہیں۔ دوست اس میں ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور دشمن اس سے خوش ہوتے ہیں۔ لیکن میں نے اس قسم کے تمام اوقات میں تیری ہی طرف رجوع کیا تجھ ہی سے اپنا درد دل کہا تیرے سوا کسی اور سے کہنے کو دل نہ چاہا۔ اے اللہ تو نے ہر باران مصائب کو مجھ سے دور کر دیا اور مجھے ان سے بچالیا۔ تو ہی ہر نعمت کا ولی ہر بھلائی کا مالک اور ہر خواہش ورغبت کا منتہیٰ ہے۔

وہ صبر دے الٰہی جس میں خلل نہ آئے

تیروں پہ تیر کھاؤں ابروں پہ بل نہ آئے

امام عالی مقامؓ یزیدی لشکر کے قریب آئے اور باآواز بلند فرمایا اے لوگو! میں تمہیں نصیحت کرنے والا ہوں اسے غور سے سنو اس پر سب لوگ خاموش ہو گئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا اگر میرا عذر قبول کر لو گے اور میری بات کو سچا سمجھو گے تو یہ تمہارے لئے باعث سعادت ہے اور تمہارے پاس مجھ پر زیادتی کرنے کا جواز بھی نہیں ہے اور اگر تم نے میرا عذر قبول نہ کیا اور انصاف سے کام نہ لیا تو (پھر آپ نے یہ آیات پڑھیں) فاجمعوا امرکم وشرکاءکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الی ولا تنظرون (یونس پ ۱۰ ع ۸)

پس تم اور تمہارے شریک سب مل کر اپنی ایک بات ٹھہرالو تا کہ تمہاری وہ بات تم میں سے کسی پر مخفی نہ رہے پھر میرے خلاف اپنے فیصلے پر عمل کر گزرو اور مجھے

کوئی مہلت نہ دو۔

ان ولی اللہ الذی نزل الکتٰب وھو یتولیّ الصلحین

(اعراف پ ۷ ع ۲۴)

بے شک میرا مددگار اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی اور وہی

صالحین کا مددگار رہوتا ہے۔

خیموں میں مقیم آپ کی بہنوں اور بیٹیوں نے جب یہ تقریر سنی تو ان کے رونے کی آواز بلند ہوئیں۔آپ نے ان کو چپ کرانے کیلئے حضرت عباسؓ کو بھیجا اور خود لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، اور اپنے فضل، حسب ونسب کا ذکر فرمایا کہ غور کرو میں کون ہوں؟ اور اے لوگوں اپنے اپنے گریبانوں میں جھانک کر سوچو کہ تمہیں میرا خون بہانا اور میری توہین کرنا جائز ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں؟ کیا میں علی کرم اللہ وجہ کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا حضرت حمزہؓ میرے والد ماجد کے چچا اور حضرت جعفر طیارؓ خود میرے چچا نہیں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا ہے ھذان سیدا شباب اھل الجنۃ یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اگر تم میری بات کی تصدیق کرو تو یہ درست اور حق بات ہے خدا کی قسم! جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ جھوٹے پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے میں نے کبھی جھوٹ بولنے کا ارادہ تک نہیں کیا۔ اگر تم تصدیق نہیں کرتے (کہ میں جنت کے نوجوانوں کا سردار ہوں) تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ

جابر بن عبداللہ ابو سعید، زید بن ارقم، اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے پوچھو وہ اس کی تصدیق کریں گے۔ افسوس ہے تم پر کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ کیا میری ان باتوں میں سے کوئی بات بھی میرا خون بہانے سے تمہیں روک نہیں سکتی؟ اے لوگو میرا راستہ چھوڑ دو میں کسی محفوظ مقام کی طرف چلا جاتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو اپنے بنی عم ابن زیاد کا حکم تسلیم کر لینے میں کیا امر مانع ہے آپ نے فرمایا

انی عذت بربی وربکم من کل متکبر لا یؤمن بیوم الحساب (المومن پ ۲۴ ع ۳)

میں ہر اس متکبر سے جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا اپنے اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔

پھر آپ نے اپنی سواری کو بٹھایا اور مخالفین سے فرمایا کہ بتاؤ کیا تم مجھ سے کسی خون کا بدلہ لینا چاہتے ہو یا میں نے تمہارا مال کھایا ہے یا کسی کو زخمی کیا ہے جس کا تم مجھ سے بدلہ چکانے آئے ہو؟ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ اس کے بعد آپ نے پکار پکار کر فرمایا کہ اے شیث بن ربعی، اے حجاز ابن الجبر، اے قیس بن اشعث اے زید بن حارث! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا کہ پھل پک چکے ہیں اور باغات سرسبز ہیں آپ ہمارے پاس تشریف لائیں آپ ایک مضبوط فوج کے پاس آئیں گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے کوئی خط نہیں لکھا۔ آپ نے فرمایا 'سبحان اللہ' تم نے یقیناً لکھے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اے لوگو جب تم مجھ سے بیزار ہو گئے ہو تو میرا راستہ چھوڑ دو

میں تم سے کہیں دور چلا جاتا ہوں۔ قیس بن اشعث نے کہا تم اپنے قرابت دار ابن زیاد کا حکم کیوں نہیں مان لیتے؟ وہ آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ آپ نے فرمایا، تم ایسا کیوں نہ کہو گے، تم محمد بن اشعث ہی کے بھائی تو ہو کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ مسلم بن عقیل کے خون کی ذمہ داری تم پر ہی ہے۔ خدا کی قسم! میں ذلت کے ساتھ اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہیں دوں گا اور نہ غلاموں کی طرح اطاعت کروں گا۔ (ابن اثیر ج ۴ ص ۶۱، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۹)

حُر دامن حسین میں

جب عمرو بن سعد جنگ کا آغاز کرنے کیلئے آگے بڑھا تو حر بن یزید ریاحی نے اس سے پوچھا کہ جب امام پاک رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے مطالبے رکھیں تو ان کے خون ناحق سے ہاتھ رنگنا کسی طرح مناسب نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ انہیں دوسرے مقام پر چلے جانے کی اجازت دے دی جائے۔ ابن سعد نے کہا کہ خدا کی قسم! میں ان سے لڑونگا اور ایسی لڑائی لڑوں گا کہ جس میں سر کٹیں گے اور ہاتھ ضائع ہوں گے۔ یہ سن کر حر پر حق روشن ہو گیا اور اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ کسی نے پوچھا کہ تمہاری یہ حالت کسی جنگ میں نہیں دیکھی گئی حالانکہ کوفہ کے بہادروں میں تمہارا نام سب سے اونچا ہے۔ حر نے جواب دیا خدا کی قسم! میرے ایک طرف جنت اور ایک

طرف دوزخ ہے اور سوچتا ہوں کہ کدھر جاؤں۔ اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور امام عالی مقام کے پاس پہنچ گیا۔

امام پاک کے دربار میں پہنچ کر عرض کی کہ اے ابن رسول اللہ ﷺ میں ہی وہ بدبخت ہوں جس نے آپ کو واپس نہ جانے دیا، راستہ بھر آپ کے ساتھ رہا اور یہاں ٹھہرنے پر مجبور کیا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ ایسا سلوک کریں گے تو میں کبھی ان کا ساتھ نہ دیتا۔ اب میں اپنے کیئے پر نادم ہوں اور اللہ کے حضور توبہ کرتا ہوں اور اپنی جان آپ پر قربان کرنے کا عہد کرتا ہوں۔ کیا میری توبہ قبول ہو جائے گی؟ آپ نے فرمایا ہاں اللہ تمہاری توبہ قبول کرے گا اور تمہیں بخش دے گا۔ تمہارا نام کیا ہے؟ حر نے جواب دیا' حر بن یزید' آپ نے فرمایا تم دنیا و آخرت میں انشاءاللہ حر (آزاد) ہو گے۔ (الطبری ج ۶ ص ۳۱)

خطاب حضرت حُر

امام پاک کے لشکر میں شامل ہونے کے بعد حر نے کوفیوں سے خطاب کیا کہ اے کوفیو! تم نے خود حسین رضی اللہ عنہ کو دعوت دی اور جب وہ آ گئے تو تم نے انہیں دشمن کے حوالے کر دیا تم نے تو یہ کہا تھا کہ ہم اپنی جانیں ان پر قربان کر دیں گے اور اب تم ان پر حملہ کرنے اور انہیں قتل کرنے کے در پے ہو۔ تم انہیں

اللہ تعالیٰ کی وسیع وعریض زمین میں چلے جانے سے بھی روکتے ہو جس میں جانور بھی آزادی کے ساتھ گھومتے پھرتے ہیں۔ اس وقت وہ بالکل قیدیوں کی حالت میں ہیں اور تم نے ان پر نہر فرات کا پانی بند کر رکھا ہے۔ جس سے یہودی، نصرانی اور مجوسی سب پیتے ہیں اور اس میدان کے سور اور کتے تک اس میں لوٹتے ہیں۔ اسی پانی کیلئے حسین اور ان کے اہل وعیال تڑپ رہے ہیں۔ تم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی اولاد کے ساتھ کیسا برا سلوک کیا ہے۔ اگر تم نے اسی وقت توبہ نہ کی اور اپنے ارادوں کو نہ بدلا تو قیامت کے دن خدا تعالیٰ تمہیں بھی پیاسا تڑپائے گا۔

کوفیو نے حر پر تیر برسانے شروع کردیئے چنانچہ حر پیچھے ہٹ کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

(البدایہ والنہایہ ج۸ ص۱۸۰، شام کربلا، ص۱۲۴، شہادت امام حسین ص۱۶۶)

آغاز جنگ

حر کے کو واپس آنے کے بعد ہی ابن سعد اپنا علم لے کر آگے بڑھا اور ایک تیر امام کی طرف چلا کر کہنے لگا گواہ رہنا سب سے پہلا تیر میں نے ہی مارا ہے۔ اسی کی ساتھ ہی طبل جنگ پر چوٹ پڑی اور دوسروں نے بھی تیر چلانے شروع کردیئے۔ جنگ شروع ہوگئی اور دونوں طرف سے سپاہی نکل نکل کر آنے اور اپنی

شجاعت کا مظاہرہ کرنے لگے۔

کوفیوں کی طرف سب سے پہلے زیاد بن ابی سفیان کا آزاد کردہ غلام یسار اور ابن زیاد کا آزاد غلام سالم نکلے اور میدان میں آکر دعوت مقابلہ دی۔ان کے مقابلہ کے لئے حبیب ابن مظاہر اور بریر بن حضیر آگے بڑھنے لگے مگر امام نے انہیں روک لیا۔ یہ دیکھ کر عبداللہ بن عمیر الکلبی نے مقابلہ کی اجازت طلب کی۔امام نے اجازت دی۔ یہ تنہا دونوں کے بالمقابل ہوئے۔انہیں کو یہ شرف حاصل ہوا کہ امام کے پہلے جان نثار سپاہی کی حیثیت سے نکل کر سالم اور یسار کو موت کے گھاٹ اتارا۔ شجاعت و دلیری کی وجہ سے انفرادی جنگ میں حضرت امام پاک رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کا پلہ بھاری تھا۔اس لئے بعض امراء نے ابن سعد کو انفرادی جنگ ختم کر کے عام حملہ کا مشورہ دیا۔ چنانچہ ابن سعد نے عام حملے کا حکم دیا۔

شمر بن ذی الجوشن جو یزیدی لشکر کے میسرہ کا سردار تھا، وہ حضرت امام حسینؓ کے میسرہ پر حملہ آور ہوا۔اس کے ساتھ ہی چاروں طرف سے یزیدی لشکر حضرت امام حسینؓ کے انصار پر ٹوٹ پڑا۔امام عالی مقام کے ساتھ کل بتیس سوار تھے تاہم انہوں نے بے مثال شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کیا۔ وہ جدھر کا رخ کرتے تھے یزیدی لشکر کی صفوں کو الٹ دیتے تھے اور ان میں بھگدڑ مچا دیتے تھے۔عزرہ بن قیس جو کہ کوفی سواروں کا سردار تھا اس نے جب ہر طرف سے اپنے سواروں کو پسپا ہوتے دیکھا تو عبدالرحمان بن حصین کو ابن سعد کے پاس بھیجا اور کہا کہ تم دیکھ

رہے ہو کہ ان چند سواروں نے میرے سوار دستے کا منہ پھیر دیا ہے اور اب حال یہ ہے کہ میرے سوار اِدھر اُدھر بھاگ کر اپنی جان بچانے کی فکر کر رہے ہیں۔ اس لئے فوراً کچھ پیدل سپاہی اور تیر انداز بھیجئے۔ ابن سعد نے عزرہ کی درخواست پر شیث بن ربعی کو جانے کا حکم دیا مگر اس نے گریز کیا۔ ابن سعد نے پھر حصین بن نمیر تمیمی کو بلایا اور اس کے ساتھ تمام زرہ پوش سواروں اور پانچ سو تیر اندازوں کو بھیجا۔ ان تیر اندازوں نے حضرت امام حسینؓ کے ساتھیوں کے پاس پہنچ کر تیروں کی بارش کر دی اور تھوڑی ہی دیر میں ان کے گھوڑوں کو زخمی اور بے کار کر دیا۔ حضرت امام حسینؓ کے ساتھیوں کے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔ وہ گھوڑوں سے اتر پڑے اور بڑی دیر تک پیادہ ہی اس بہادری اور بے جگری کے ساتھ لڑتے رہے کہ کوفیوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔

(ابن اثیر ج ۴ ص ۶۸، الطبری ج ۶ ص ۲۳، شہادا امام حسین ص ۱۶۸)

حضرت حُر کی شہادت

جنگ و جدال کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ ناموس محمدی کا ایک ایک جان نثار کئی کئی لعینوں کو جہنم واصل کر کے جام شہادت نوش کرتا تھا۔ حضرت حُر امام پاکؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدان میں جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے روکا کہ تم میرے مہمان ہو جب تک میں زندہ ہوں تم کو شہید نہ ہونے دونگا۔ حُر نے عرض کی کہ مجھے جان پیاری نہیں ایمان پیارا ہے۔ اگر دین وایمان کی خاطر یہ جان جاتی ہے تو جائے! اگر ناموس اہل بیت کی حفاظت کیلئے موت آتی ہے تو آئے غرض باصرار اجازت حاصل کرلی۔ حضرت امام پاک نے فرمایا "انت حر کما سمیتك امك" تو بے شک حر یعنی آزاد ہے نار دوزخ سے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھا ہے۔

حضرت حُر کی جنگ بہت شدید تھی۔ جو بھی آپ کے مقابلہ میں آتا تھا اسے واصل جہنم کرتے تھے۔ حر کے زوردار حملے سے یزیدی لشکر میں ہلچل مچ گئی یہ حال دیکھ کر ابن سعد نے یکبارگی مل کر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ تیروں کی بارش اور تلواروں کی بوچھاڑ سے حر چور چور تھا اور اسی حالت میں بیہوش ہو کر گر پڑا۔ امام پاک دوڑے اور حر کو اٹھا لائے۔ سر زانو پہ رکھا دامن سے پیشانی کا خون پوچھنے لگے۔ حضرت حُر نے آنکھ کھولی تو خود کو امام کی آغوش میں پایا زبان حال سے کہا۔

تکیہ تیرے زانو کا میسر ہوا آقا　　　ذرہ تھا یہ اب مہر منور ہوا آقا

حضرت حر کے بعد حضرت مسلم بن عوسجہ، بریر بن حفیر، حضرت حبیب بن مظاہر و دیگر رفقا نے اپنی اپنی جانیں قربان کردیں، اور حضر امام پاک ؓ کی خوشنودی کے مستحق ٹھہرے۔ کربلا کی تاریخ میں حضرت امام پاک کے ساتھیوں کی وفاداری کا یہ بہت بڑا کارنامہ رہا کہ جب تک ان میں کا ایک بھی باقی تہا۔ امام پاک کے

خاندان کے کسی شخص کو انہوں نے میدان کارزار میں جانے نہیں دیا بلکہ ان کے کسی ایک فرد کو کوئی تکلیف بھی نہ پہنچنے دی۔ ان کے بعد ہی اولاد حضرت علی رضی اللہ عنہ ودیگر اہل بیت اطہار کی باری آئی۔

فرزندان عقیل کی شہادت

حضرت امام پاک رضی اللہ عنہ کے اقرباء میں سے حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل نے حضرت امام سے راہ حق میں قربان ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا بیٹے ابھی تمہارے باپ حضرت امام مسلم کی جدائی کا داغ میرے دل سے نہیں مٹا ہے میں کس طرح تمہیں اجازت دوں؟ حضرت عبداللہ نے عرض کی۔ اے ابن رسول اللہ ﷺ آپ کو اس ذات معبود برحق کی قسم جس نے آپ کے نانا جان کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا مجھے آپ اجازت دیجئے۔ میرا دل اپنے باپ کے پاس جانے کیلئے بے قرار ہے۔ امام پاک نے ان کا شوق شہادت دیکھ کر اجازت دے دی۔

اس ہاشمی جوان نے میدان میں آ کر مقابلہ کیلئے پکارا۔ یزیدی لشکر سے قدامہ بن اسد جو بڑا بہادر سمجھا جاتا تھا آپ سے مقابلہ کرنے کیلئے نکلا۔ تھوڑی دیر تک دونوں میں مقابلہ ہوتا رہا۔ آخر عبداللہ بن مسلم نے تلوار کا ایک ایسا زبردست

وار کیا کہ وہ کھیرے کی طرح کٹ کر زمین پر آ گیا۔ پھر کسی یزیدی میں ہمت نہ ہوئی کہ تنہا آپ کے مقابلے میں آتا۔ آپ تین دن کے بھوکے پیاسے ہونے کے باوجود دشمنوں پر شیر ببر کی طرح حملہ آور ہوتے اور ان کی صفوں کو درہم برہم کرتے چلے جاتے۔ آپ کی تلوار سے بہت یزیدی زخمی ہوئے اور کئی ایک کو جہنم رسید کیا۔ آخر کار نوفل بن مزاحم حمیری نے آپ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ عمرو بن صبیح صدائی نے آپ پر تیروں کی بارش کر دی جس سے آپ شہید ہوئے۔

(روضۃ الشہداء ج۲ص ۲۷۷، تاریخ کربلا ص ۳۹۴)

حضرت عبداللہ بن مسلم کے بعد حضرت عقیل ابن ابی طالب کے تین فرزند حضرت جعفر بن عقیل، حضرت عبدالرحمان بن عقیل اور حضرت موسیٰ بن عقیل دیگرے معرکہ کارزار میں تشریف لائے اور خاندان ابی طالب کی شجاعت دکھانے کے بعد منصب شہادت پر فائز ہوئے (مظلوم کربلا ص ۱۷۸)

فرزندان شاہ ولایت کی شہادت

اولاد حضرت عقیل کی شہادت کے بعد اب حضرت مولیٰ علی مشکل کشا کے فرزندوں کی باری آئی۔ سب سے پہلے حضرت محمد بن علیؓ امام پاک سے اجازت لیکر میدان میں تشریف لائے اور اپنی بہادری کا وہ جوہر دکھایا کہ جس سے حضرت مولیٰ

علی شیر خدا کی بہادری یاد آ گئی ۔آپ جدھر رُخ فرماتے، دشمنوں کی صفوں کا صفایا فرما دیتے۔ آخر میں ایک کاری زخم لگنے سے قدامہ موصلی کے نیزے سے اور بقول بعض عبداللہ بن عقبہ کے تیر سے جام شہادت نوش فرما کر جنت کی طرف روانہ ہوئے۔ (روضۃ الشہداء ج ۲ص ۲۱۲، تاریخ کربلا ص ۳۹۵)

حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان بن علی حضرت عبداللہ بن علی اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم یہ تینوں بھائی یکے بعد دیگرے ایک کر کے میدان میں آئے اور ہزاروں کوفیوں پر بھاری ہوئے۔ بالآخر بہت سے یزیدیوں کو قتل اور زخمی کرنے کے بعد ان تینوں نے بھی فرزند رسول پر اپنی جانیں قربان کر دیں۔

حضرت قاسم کی شہادت

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ دیکھ رہے ہیں کہ اب کونسا گل رعنا عروس شہادت سے ہمکنار ہونے کیلئے مقتل کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ان کو داغ مفارقت سے سینہ چھلنی کرتا ہے۔ نظریں اٹھا کر دیکھتے ہیں تو سامنے امام حسن مجتبیٰ کے لخت جگر قاسم بن حسن کھڑے ہیں حضرت امام حسینؓ نے فرمایا بیٹے میں تمہیں کس دل سے اجازت دوں؟ تم تو میرے بھائی حسن مجتبیٰؓ کی نشانی اور یادگار ہو۔ مگر حضرت قاسمؓ

نے کہا چچا جان خدا کے لئے مجھے ان دشمنوں سے لڑنے کی اجازت دیجئے اور مجھے اپنے اوپر نثار ہونے کی سعادت سے محروم نہ کیجئے امام پاک نے اشک بار آنکھوں سے ان کے ماتھے کو چوما اور سینے سے لگالیا اور رخصت کردیا۔

حضرت قاسمؓ نے میدان کارزار میں خوب شجاعت حیدری کا مظاہرہ کیا اور بے شمار یزیدیوں کو واصل جہنم کیا۔ یزیدیوں نے چاروں طرف سے حملہ کردیا۔ ایک شقی شیث بن سعد اور بقول بعض سعد بن عمرو بن نفیل ازدی نے آپ کے سر پر تلوار ماری۔ آپ نے فرمایا "یا عماہ ادرکنی" چچا جان مجھے پکڑو سنبھالو اور زمین پر گر گئے۔ امام پاک آپ کی آواز پر دوڑ کر آپ کے پاس پہنچے، دیکھا کہ جسم نازنین زخموں سے چور چور ہے۔ سر کو اپنی آغوش میں لے کر فرمایا قاسم! ان کے لئے ہلاکت ہے جنہوں نے تجھے قتل کیا ہے وہ قیامت کے دن تیرے جد امجد کو کیا جواب دیں گے۔ امام پاک کی آغوش میں آپ کی روح پرواز کر گئی۔

راوی کا بیان ہے کہ جب امام پاک حضرت قاسم کو اٹھا کر لے جا رہے تھے تو ان کے پاؤں زمین سے رگڑ رہے تھے اور مجھے اب بھی ان کے پاؤں زمین پر گھسٹتے ہوئے نظر آتے ہیں میں نے اس لڑکے کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب ہیں۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۶، شہادت امام حسین ص ۱۷۲)

حضرت عون و محمد کی شہادت

حضرت عون و محمد حضرت امام پاک کی بہن حضرت زینب کے لخت جگر تھے۔ ان میں سے ایک کی عمر تیرہ سال اور دوسرے کی عمر پندرہ سال تھی یہ دونوں معصوم امام پاک کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت طلب کرنے لگے۔ مگر امام نے فرمایا تم اپنی اماں کے پاس رہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اماں جان کا بھی یہی حکم ہے حضرت زینب سامنے حاضر تھی امام پاک نے اپنی بہن زینب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں کیسے ان پھول جیسے بچوں کے سینوں سے تیر اور نیزے پار ہوتے دیکھوں۔ بہن نے جواب دیا کہ بھیا کیا اپنی بہن کا یہ حقیر ہدیہ قبول نہیں کرو گے، اگر تم نے میرا یہ ہدیہ قبول نہ کیا تو میں اپنی ماں فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو کیا جواب دوں گی۔ جب وہ پوچھیں گی بیٹی تم نے اس وقت کیا نذر پیش کی تھی جب شہزادۂ سرور کونین کے حضور جانوں کے ہدیے پیش ہو رہے تھے۔ میرے یہ دو ہی فرزند ہیں دونوں تجھ پر قربان ہیں اسکے ساتھ ہی سیدہ کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ امام پاک نے اشکبار آنکھوں سے بہن کی طرف دیکھا دونوں معصوموں کو سینے سے لگا کر رخصت کر دیا۔ دونوں بچوں نے میدان میں جا کر بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے۔ بالآخر حضرت عون کو عبداللہ بن قطبہ نے اور حضرت محمد کو عامر

بن نہشل نے شہید کیا (رضی اللہ عنہما) مگر اس صبر والی ماں نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ مولا! جو تیری رضا وہ ہماری رضا (شام کربلا ص ۱۶۰)

امام پاک کے رفقاء ان لاشوں کو اٹھا کر خیموں کے پاس لائے۔

لاشوں کے قریب آکے شہ امت نے پکارا
اے بھانجو! موجود ہے ماموں تمہارا
اے شیر جوانو! مجھے الفت تھی تمہیں سے
اے تشنہ دہانو مجھے ہمت تھی تمہیں سے
ہاتھوں کو اٹھاکے ذرا بات تو کرلو
سینے سے لگو اٹھو ملاقات تو کرلو

اتنے میں سیدہ زینت بھی آگئیں۔ ماں نے جب اپنے فرزندوں کی کٹی پھٹی لاشوں کو دیکھا تو لاشوں کے اوپر گر گئیں اور بلائیں لیتے ہوئے کہا اے کاش تمہاری جگہ تمہاری ماں ہوتی۔

علم دار عباس کی شہادت

ایک ایک عزیز کا بچھڑنا امام پاک کے لئے اس قدر روح فرسا تھا کہ آپ زانوئے غم پر سر رکھ کر خاک کربلا پر بیٹھ جاتے اور کبھی آسمان کی طرف نگاہ کر کے اپنے

وقت شہادت کی باقی ماندہ گھڑیاں گنتے۔ کبھی دردرسیدہ مغموم ومظلوم عورتوں کی طرف نگاہ حسرت فرماتے۔ علم بردار حضرت عباسؓ امام پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدان کارزار میں جانے کیلئے اجازت طلب کی۔ صبر ورضا کے پیکر امام پاک نے اپنے بھائی کا سر سینے سے لگایا۔ آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ اب مجھ سے علی اصغر اور دوسرے بچوں کی پیاس دیکھی نہیں جاتی۔ میں نہر فرات سے ایک مشکیزہ پانی لاؤں اور ان پیاسوں کو پلاؤں۔ آپ نے فرمایا تم میرے علم بردار ہو۔ عرض کیا میری جان آپ پر قربان، حضرت عباسؓ کے زیادہ اصرار کرنے پر آپ نے اشکبار آنکھوں سے رخصت دے دی۔

حضرت عباس ایک مشکیزہ کاندھے پر لٹکا کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور نہر فرات کی طرف روانہ ہوئے۔ یزیدی فوج نے جب حضرت عباس کو نہر فرات کی طرف آتے دیکھا تو دو ہزار یزیدی لشکریوں نے آپ کا راستہ روک لیا تو آپ نے فرمایا،

اے کوفیو، شامیوں، اللہ تعالیٰ سے ڈرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرماؤ۔ افسوس صد افسوس! تم نے فرزند رسول کو بلایا اور پھر ان سے بے وفائی کی اور دشمنوں کے ساتھ ملکر ان کے تمام رفقاء اور عزیز واقارب کو شہید کردیا اور رسول زادیوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو ایک ایک بوند پانی کے لئے ترسا رہے ہو؟ سوچو اور غور کرو۔ میدان محشر میں ان کے نانا جان حضور سرور کائنات ﷺ کو کیا منہ

دکھاؤ گے؟ اشقیاء میں سے شمر لعین، شیث بن ربعی اور حجر ابن الاحجار تینوں نے سامنے آ کر کہا کہ اگر تمام روئے زمین پانی ہو جائے تو بھی ہم لوگ تمہیں پانی کا ایک قطرہ نہ لینے دیں گے۔ اس جواب پر آپ کو جلال آ گیا ایک نعرہ شیرانہ لگایا اور فرمایا حسین سر کٹا سکتے ہیں لیکن فاسق و فاجر کے سامنے جھکا نہیں سکتے۔

فرات کے محافظ یہ کلمات سنکر حضرت عباس پر ٹوٹ پڑے اور تلواروں، نیزوں اور تیروں کی بارش کر دی۔ عباس نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور نہر فرات کے قریب پہنچ گئے۔ فرات سے مشکیزہ بھرا اور چلو پانی کا پینے کیلئے اٹھایا مگر بچوں کے پیاس کی شدت سے تڑپنا یاد آیا۔ فوراً پانی کو پھینکا اور بھرا ہوا مشکیزہ بائیں کندھے پر لٹکا کر نکل پڑے۔ یزیدیوں میں شور برپا ہوا کہ اسے روک لو، مشکیزہ چھین لو، اگر یہ مشکیزہ خیمہ حسین تک پہنچ گیا تو پھر ہماری خیر نہیں۔ حضرت عباس کو یزیدیوں نے گھیر لیا۔ تو آپ نے بپھرے شیر کی طرح حملہ کیا۔ لاش پر لاش گرنے لگی اور خون کی رَو بہنی شروع ہو گئی۔ اسی طرح دشمنوں کو چیرتے ہوئے خیمہ کی طرف بڑھنے لگے کہ اچانک ایک خبیث ذرارہ نامی نے پیچھے سے دھوکہ دے کر ایسی تلوار چلائی کہ آپ کا بایاں ہاتھ کٹ کر کندھے سے الگ ہو گیا۔ آپ نے مشکیزہ اپنے دائیں کندھے پر لٹکا لیا اور اسی ہاتھ سے تلوار بھی چلاتے رہے۔ یہاں تک کہ نوفل بن ارزق نے دائیں بازو پر وار کیا کہ وہ بھی کندھے سے کٹ کر الگ ہو گیا۔ آپ نے مشکیزہ کو دانتوں سے پکڑ لیا مگر یہ مشکیزہ خیمہ تک پہنچانا اللہ کو منظور نہ تھا کہ ایک بدبخت نے ایسا

وار کیا کہ مشکیزہ سے سارا پانی بہہ گیا، اور یزیدی چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے اور زخموں سے چور چور کر دیا۔ آپ گھوڑے سے زمین پر یہ کہتے ہوئے آ گئے کہ یا اخاہ ادرکنی، یعنی اے بھائی مجھے سنبھالو۔ امام پاک دوڑ کر تشریف لائے شدت غم سے امام کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے! الآن انکسر ظهری کہ اب میری کمر ٹوٹ گئی۔ اسی حال میں عباس نے شہادت نوش فرمائی۔

(شام کربلا ص ۱۶۴)

حضرت علی اکبر کی شہادت

ستر (۷۰) اعوان وانصار اور عزیز واقارب کی شہادت کے بعد آنکھوں کے سامنے اہل بیت نبوت کا جگمگاتا چراغ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر دل شکستہ باپ نے فرزند ارجمند سے فرمایا۔ جو سراپا التجا بن کر عرض گذار ہے کہ مجھے بھی اجازت مرحمت ہو۔ بیٹا تجھے کس بات کی اجازت دوں؟ حضرت علی اکبر کی عمر اس وقت اٹھارہ سال تھی۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ میں تمہیں خاک وخون میں غلطان ہونے کی اجازت دوں؟ مگر حضرت علی اکبر نے بہت اصرار کیا اور قسمیں دیں تو امام کو چار و ناچار اجازت دینی پڑی۔ میدان جنگ میں حضرت علی اکبر یہ رجز پڑھتے ہوئے آئے۔

انا علی بن الحسین بن علی
نحن وبیت اللّٰہ اولی بالنبی
تاللّٰہ لا یحکم فینا ابن الدعی
کیف ترون الیوم ستری عن ابی

''میں علی بن حسین بن علی ہوں بیت اللہ کی قسم! ہم نبی ﷺ کے سب سے زیادہ قرابت دار ہیں۔ خدا کی قسم حرام زادے کا بیٹا (ابن زیاد) ہم پر حکومت نہ کر سکے گا۔ تم دیکھو گے کہ آج میں اپنے باپ کا کیسے دفاع کرتا ہوں''

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۵، شہادت امام حسین ص ۱۷۰)

حضرت علی اکبرؓ نے یزیدی فوج کو تہس نہس کر دیا کسی میں ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی لڑتے لڑتے جب پیاس کی شدت نے نڈھال کر دیا تو پلٹ کر ابا جان کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا ابتاہ العطش ابا جان پیاس کا غلبہ ہے پانی تو میسر نہ تھا باپ نے سوکھی زبان بیٹے کے منہ میں ڈالی۔ اس زبان مبارک کو چوسنے کے بعد تسکین ہوئی اور پھر میدان کارزار میں پہنچے۔ دیر تک لڑنے کے بعد بے شمار زخم کھا کر آخر زمین پر گر پڑے۔ ایک نیزہ آپ کے سینہ اقدس میں پیوست ہو گیا تھا۔ آواز دی یا ابتاہ ادرکنی (ابا جان مجھے سنبھالو) امام حسینؓ بے ساختہ دوڑ پڑے اپنے جوان بیٹے کو اپنی گود میں لے لیا۔ دیکھا تو بیٹا

سر سے پاؤں تک زخموں سے چور ہیں اور اسی حالت میں لاڈلے بیٹے کی روح شفیق باپ کے سامنے قفس عنصری پرواز کر گئی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت علی اصغر کی شہادت

امام عالی مقامؓ کے چھوٹے فرزندار جمند حضرت علی اصغرؓ جو ابھی کم سن ہیں شیر خوار ہیں وہی پیاس سے تڑپ رہے تین دن سے بھوکے پیاسے تھے۔ بھوکی پیاسی ماں کے سینے میں بھی دودھ خشک ہو چکا تھا۔ ایسے عالم میں ننھے معصوم کی خشک زبان کبھی باہر آتی ہے اور کبھی بے چینی سے پورا بدن ہلنے لگتا ہے اور غش کھا کر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ جب اس ننھے سے گلاب کی بے تابی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو حضرت رباب بنت امرئ القیس (والدۂ علی اصغر) بچے کو گود میں لئے حضرت امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ عرض کیا کہ میرے سرتاج اب علی اصغر کی پیاس اور بے تابی دیکھی نہیں جاتی۔

حضرت امام عالی مقامؓ اس ننھے سے نور نظر کو سینہ سے لگا کر سیاہ دل دشمنوں کے سامنے تشریف لے گئے، اور فرمایا۔ اے میرے نانا جان کا کملہ پڑھنے والو! تمہیں دشمنی مجھ سے ہیں اس کی سزا میرے شیر خوار کو کیوں۔ اس کی بے تابی دیکھو، اس کو تو پانی دے دو، اس بات سے ان سنگ دل ظالموں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ

بد بخت ازلی حرملہ بن کاہل اسدی نے نشانہ لے کر اس زور سے ایک تیر مارا جو علی اصغر کا حلق چھیدتا ہوا امام پاک کے بازو میں پیوست ہوگیا۔ امام پاک نے وہ تیر کھینچا خون کا فوارہ جاری ہوگیا اور بچے نے باپ کی گود میں جان دے دی۔ امام پاک نے بچے کا گرم لہو اپنے چلو میں لیا اور آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا۔ اللّٰھم انی اشھدك علیٰ ھٰؤلآء القوم، اے اللہ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اس پر میں تجھے گواہ بناتا ہوں۔

امام پاک اپنے معصوم کی لاش لئے کھڑے تھے سوچتے تھے کہ خیمہ میں کس منہ سے اس کو لے جاؤں بچہ کی غمزدہ ماں کو کیا جواب دوں گا۔

فرماتے تھے کیونکر علی اصغر تجھے پاؤں
اے چاند تجھے خاک میں کس طرح ملاؤں
ماں تیری جو مانگے تو کہاں ڈھونڈھنے جاؤں
اس وقت کلیجے کا کسے حال سناؤں
ہاتھوں سے میرے خاک گرائی نہیں جاتی
صورت تیری مٹی میں ملائی نہیں جاتی

نوٹ:۔ حضرت امام عالی مقام حضرت علی اصغر کو دشمنوں کے سامنے صرف محبت قائم کرنے کیلئے گئے تھے کہ کل یزیدی یہ نہ کہیں کہ اگر ہمیں ننھے شیر خوار علی اصغر کی پیاس کا علم ہوتا تو ہم ضرور اس بچے کو پانی پلا دیتے۔

تاجدار کربلا

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

اب راکب دوش رسول، نور دیدۂ بتول، لخت جگر علی مرتضٰی، راحت جان حسن، جنت کے نوجوانوں کے سردار، پیکر صبر و رضا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا وقت آ گیا ہے۔

حضرت زین العابدینؓ جو اس وقت بیمار تھے امام پاک کے پاس آکر اجازت طلب کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا ایک تو تو بیمار ہیں دوسرا کہ خانوادۂ رسول ﷺ کا ہر چراغ گل ہو چکا ہے، ہر پھول مرجھا چکا ہے۔ اب میری نسل میں فقط تو ہی باقی رہ گیا ہے مجھے تو شہید ہونا ہی ہے۔ اگر تو بھی شہید ہو گیا تو میرے نانا کی نسل کیسے چلے گی؟ ان عورتوں کو مدینہ کون پہنچائے گا؟ تجھے اپنے نانا کی نسل کی بقاء کے لئے اور ان عورتوں کو صحیح سلامت مدینہ پہنچانے کیلئے زندہ رہنا ہے۔ بیٹا مصائب و آلام سہتے ہوئے جب کبھی مدینہ منورہ پہنچو تو سب سے پہلے نانا جان کے روضۂ انور پر جانا اور نانا جان کو میرا سلام کہنا، سارا آنکھوں دیکھا حال سنانا، پھر میری اماں جان کی قبر پر جانا انہیں بھی میرا سلام کہنا۔ میرے بھائی حسن مجتبیٰ کو میرا سلام کہنا اور فرمایا!

میرے لخت جگر میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہو۔ امام پاک نے اپنی دستار مبارک اتار کر زین العابدین کے سر پر رکھ دی۔

امام عالی مقامؓ اب اپنے سر کا نذرانہ پیش کرنے کیلئے تیار ہو گئے بیبیوں کے خیمے پر تشریف لائے جب بیبیوں نے اس منظر کو دیکھا تو ان پر بے کسی کی انتہا ہو گئی۔ چہروں کے رنگ اڑ گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بہنیں بھی حسرت و یاس کی خاموش تصویر بنی آنکھوں سے اشک بہا رہی ہیں۔ آپ نے صبر کی تلقین فرمائی اور رضائے الٰہی پر صابر و شاکر رہنے کی وصیت کی، اور خود میدان کارزار کی طرف نکل گئے۔ میدان کربلا میں باطل کی تاریکیوں میں حق و صداقت کا آفتاب بن کر چمکے اور یہ رجز پڑھا ۔

انا ابن علی الخیر من ال ھاشم

کفانی بھٰذا مفخرا حین افخر

وجدی رسول اللّٰہ اکرم من مشی

ونحن سراج اللّٰہ فی الناس اذھر

وفاطمۃ امی سلالۃ احمد

وعمی یدعی ذالجناحین جعفر

وفینا کتاب اللّٰہ انزل صادقا

وفینا الھدی والوحی والخبر

اب فرزند علی شیر خدا کے مقابلے میں کون آسکتا تھا، آپ دیر تک یزیدیوں کو واصل جہنم کرتے رہے۔ زیدی لشکر میں کہرام مچ گیا حسین تلوار لے کر جس طرف نکل جاتا یزیدی لشکر خوف زدہ بھیڑوں کی طرح آگے بھاگنے لگتا۔ دور سے یزیدی فوج نے تیروں کی برسات کی۔ جس سے امام پاک کا جسم اطہر چھلنی ہوگیا زندگی کا آخری لمحہ آپہنچا۔ شمر لعین کے اکسانے پر زرعہ بن شریک تمیمی نے آگے بڑھ کر آپ کے بائیں کندھے پر تلوار ماری جس سے آپ لڑکھڑا گئے پھر سنان بن ابی عمرو بن انس نخعی نے آگے بڑھ کر آپ کو نیزہ مارا جس سے آپ گھائل ہو کر گر پڑے۔ سنان نے سواری سے اتر کر آپ کے سر مبارک کو تن سے جدا کر کے خولی بن یزید کے حوالے کر دیا۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۸۸)

بعض کہتے ہیں ہ شمر لعین کوڑھی تھا اس نے سر مبارک کو کاٹا۔

امام پاک کو بے دردی سے شہید کرنے پر ہی یزیدیوں نے اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ کے جسم مبارک پر جو لباس تھا اس کو بھی لوٹ لیا گیا۔ اس قدر ظلم و ستم کرنے کے بعد بھی بے رحم اور خونی کوفیوں اور شامیوں کا جذبہ بغض و عناد سرد نہ ہوا۔ انہوں نے خیام اہل بیت نبوی پر چھاپہ مارا اور تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ حتیٰ کہ پردہ نشینان عفاف کے سروں سے چادریں اتار لیں۔ اس کے بعد خیموں میں آگ لگا دی گئی۔ (الطبری ج ۵ ص ۲۷۸)

بعد شہادت کے واقعات

کربلا میں آل رسول ﷺ پر وہ ظلم وعظیم ہوا۔ جس پر زمین اور آسمان خون کے آنسو روئے اور کائنات پر تاریکی چھا گئی چنانچہ حضرت بصرہ ازدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لما قتل الحسین مطرت السمآء دما فاصبحنا وحبابنا وجرادنا وکل شئی لنا ملان دما

(بیہقی، ابونعیم، سرالسہاء تین ص ۲۳، صواعق محرقہ ص ۱۹۲ اشام کربلا ص ۱۹۳)

کہ جب حضرت حسین قتل کئے گئے تو آسمان سے خون برسا صبح کو ہمارے مٹکے گھڑے اور سارے برتن خون سے بھرے ہوئے تھے۔

حضرت زہری فرماتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی

انہ یوم قتل الحسین لم یقلب حجر من احجار بیت المقدس الا وجد تحتہ دم عبیط

(بیہقی، ابونعیم، تہذیب التھذیب ج ۲ ص ۳۵۴، صواعق محرقہ ص ۱۹۲)

کہ جس دن حضرت حسین شہید کئے گئے اس دن بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے تازہ خون پایا جاتا تھا۔

امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

ان الدنیا اظلمت ثلاثۃ ایام ثم ظھرت الحمرۃ فی السمآء (صواعق محرقہ ص ۱۹۲)

بے شک دنیا پر تین روز تک تاریکی چھائی رہی پھر آسمان پر سرخی ظاہر ئی۔

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں

ولما قتل الحسین مکثت الدنیا سبعۃ ایام والشمس علی الحیطان کالملاحف المعصفرۃ والکواکب یضرب بعضھا بعضاً وکان قتلہ یوم عاشوراء وکسف الشمس ذالک الیوم واحمرت آفاق السمآء ستۃ اشھر بعد قتلہ ثم لازالت الحمرۃ تریٰ فیھا بعد ذالک ولم تکن تریٰ فیھا قبلہ (تاریخ الخلفاء ص ۸۰، صواعق محرقہ ص ۱۹۲)

جب حضرت امام حسین شہید کئے گئے تو سات دن تک دنیا تاریک رہی دیواروں پر دھوپ کا رنگ زعفرانی رہا اور ستارے ایک دوسرے پر ٹوٹ کر گرتے رہے اور آپ کی شہادت یوم عاشورہ میں ہوئی۔ اس دن سورج کو گہن لگ گیا چھ ماہ تک برابر آسمان کے

کنارے سرخ رہے پھر وہ سرخی تو جاتی رہی مگر افق کی سرخی اب تک برابر موجود ہے جو اس واقعہ سے پہلے نہیں دیکھی جاتی تھی۔

علامہ ابن جوزی فتح ملیہ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا آسمان کو سرخ کرنا اور خون کی بارش برسانا اس کے بہت زیادہ ناراض اور غضبناک ہونے کی علامت ہے کیوں کہ جب کوئی غصہ وغضب میں آتا ہے تو اس کا خون جوش کرتا ہے اور چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ بلاشبہ جملہ عوارض جسمانی سے پاک اور منزہ ہے لیکن اس نے اپنی ناراضی اور غضب کا اظہار اس طرح کیا کہ آسمان کو سرخ کر دیا اور اس سے خون برسایا اور اس علامت کو قیامت تک کے لئے باقی رکھا۔ (شام کربلا ص ۱۹۵)

امام سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

ان الحمرة التی مع الشفق لم تکن قبل قتل الحسین (صواعق محرقی ص ۱۹۲)

کہ بے شک آسمان پر شفق کے ساتھ جو سرخی ہوتی ہے وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے پہلے نہیں ہوتی تھی۔

اے کربلا کی خاک! اب اس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پے لاش جگر گوشۂ رسول
اسلام کے لہو سے تیری پیاس بجھ گئی
سیراب کر گیا تجھے خون رگِ رسول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

وعن ابن عباس انہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما یری النائم ذات یوم بنصف النہار اشعث اغبر بیدہ قارورۃ فیہا دم فقلت بابی انت وامی ماھذا قال ھذا دم الحسین واصحابہ ولم ازل التقطہ منذ الیوم فاحصی ذالک الوقت فاجد قتل ذالک الوقت

(بیہقی، امام احمد، مشکوٰۃ ص ۵۷۲)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روزہ دوپہر کے وقت خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے بال مبارک بکھرے ہوئے گرد آلود ہیں دست مبارک میں خون سے بھرا شیشہ ہے میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ حسین اور اس کے رفیقوں کا خون ہے میں اسے آج صبح سے اٹھا تا رہا ہوں۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے اس تاریخ اور وقت کو یاد رکھا جب خبر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت حسین اسی وقت شہید کئے گئے تھے۔

حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے

پاس آئی تو وہ رو رہی تھیں میں نے کہا آپ کیوں رو رہی ہیں؟ فرمایا

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في

المنام يبكي وعلىٰ راسه ولحيته التراب فقلت

مالك يا رسول الله قال شهدت قتل الحسين آنفا

(المستدرک، ترمذی، مشکوۃ ص ۵۷۰)

میں نے رسول ﷺ کو خواب میں روتے ہوئے دیکھا اور آپ

کے سر مبارک اور ریش اقدس پر گرد و غبار ہے میں نے عرض کیا یا

رسول اللہ یہ کیا حال ہے فرمایا میں ابھی حسین کی شہادت گاہ پر

گیا تھا۔

چنانچہ ام المومنین حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سمعت

الجن يبكين على الحسين وسمعت الجن تنوح على

الحسين وهي يقلن

میں نے جنوں کو حضرت حسین پر روتے اور نوحہ کرتے ہوئے سنا وہ کہتے

تھے۔

ايها القاتلون جهلا حسينا

ابشروا بالعذاب والتنكيل

کل اہل السمآء یدعوا علیکم
وبنی مرسل وقبیل
قد لعنتم علی لسان داؤد
وموسیٰ وصاحب الانجیل

اے حسین کے نادان قاتلو تمہارے لئے سخت عبرتناک عذاب کی بشارت ہے۔ تمام اہل آسمان (ملائکہ) تم پر بددعائیں کرتے ہیں اور سب نبی مرسل بھی۔ بے شک لعنت کئے گئے ہو تم (حضرت) داؤد وموسیٰ اور صاحب انجیل یعنی حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی زبانوں پر (صواعق محرقہ ص ۱۹۱، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۱)

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

قاتل الحسین فی تابوت من نار علیہ نصف العذاب اہل النار

(نور الابصار ص ۱۵۲، اسعاف الراغبین ص ۲۱۰، شام کربلا ص ۲۰۶)

حسین کا قاتل آگ کے تابوت میں ہے اس پر آدھے جہنمیوں کے برابر عذاب ہے۔

کربلا کی شام

یزیدی فوج کی لاشوں کو جمع کیا گیا اور ابن سعد نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کو دفن کیا گیا، لیکن امام پاک اور آپ کے رفقاء کو جن کی تعداد بہتر (72) تھی کوئی اٹھانے والا نہ تھا۔

کربلا میں شام ہو گئی تھی ظالم لشکر آرام میں تھے اور اہل بیت نبوت کی عورتیں اور زین العابدین رضائے الٰہی پر صابر و شاکر گریہ زاری کر رہے تھے۔

رات کا دوسرا پہر تھا کوفہ میں سناٹا چھایا ہوا تھا ہر طرف سے روشنی بجھ گئی تھی سب آرام میں تھے مگر غمزدہ مظلوم پس ماندگان امام کے لئے قیامت کی رات تھی۔

امام پاک کی بہن سیدہ زینبؓ اپنے عزیزوں کی مقدس لاشوں کے پاس آئیں۔ اپنے بھائی حضرت امام حسینؓ کی کٹی پھٹی اور کچلی ہوئی مقدس لاش کو دیکھا تو خود پر قابو نہ رکھ سکی۔ بھائی کے سینے مبارک پر سر رکھ کر اس درد سے روئیں کہ ہچکیاں بندھ گئیں، سیدہ فرما رہی تھیں

تم سا کوئی غریب نہیں خستہ تن نہیں
شہادت کے بعد گور نہیں اور کفن نہیں

ہائے ہائے پرائی بستی ہے اپنا وطن نہیں
واقف یہاں کسی سے یہ بے کس بہن نہیں
لا کر کفن پہناتی میں مظلوم بھائی کو
ہوتا اگر وطن تو میں دفناتی بھائی کو

کوفہ روانگی

اگلی صبح ابن سعد نے امام پاک کے بقیہ خاندان اور عورتوں کو اسیری کی حالت میں کوفہ بھیج دیا۔ انہوں نے امام پاک اور آپ کے ساتھیوں کی بے گوروکفن لاشیں دیکھی تو ان کی چیخیں نکل گئیں ان کے رونے میں اتنا درد تھا کہ کلیجے پھٹے جاتے تھے، حشر برپا ہو گیا تھا۔ حضرت زینبؓ نے انتہائی درد و کرب کے ساتھ روتے ہوئے کہا

یا محمداہ یا محمداہ صلی علیک اللّٰہ، وملک السماۂ ھذا حسین بالعراہ مزمل بالدماہ مقطع الاعضا یا محمداہ وبنا تک سبایا وذریتک مقتلہ، تسفی علیھا الصباء، قال فابکت واللّٰہ کل عدو وصدیق (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۱۹۳، الطبری ج۶ ۲۶۲)

یا محمداہ یا محمداہ! آپ پر اللہ اور ملائکہ آسمانی کا درود وسلام ہو۔ دیکھئے یہ حسین چٹیل میدان میں اعضا بریدہ خاک وخون میں آلودہ پڑے ہیں یا محمداہ! آپ کی لڑکیاں قید میں ہیں آپ کی اولاد مقتول پڑی ہوئی ہے۔ ہوا ان پر خاک اڑا رہی ہے۔ یہ دلدوز فریاد سن کر دوست دشمن سب رو دیئے۔

شہدا کی تدفین

جب یزیدی لشکر کچھ دور چلا گیا تو شہادت کے دوسرے اور بقول بعض تیسرے روز قبیلہ بنو اسد جو قریۂ غاضریہ کے کنارۂ فرات پر واقع تھا کے لوگ آئے اور انہوں نے امام پاک کے تن بے سر کو ایک جگہ اور باقی شہدا کو دوسری جگہ دفن کیا۔

(الطبری ج٦ ص٣٣)

سر انور اور ابن زیاد

ابن زیاد کا دربار لگا اور لوگوں کے لئے اذن عام ہوا۔ بھرے دربار میں ابن زیاد کے سامنے امام پاک کا سر انور ایک طشت میں رکھ کر پیش کیا گیا۔ اس بد بخت کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جسے وہ آہستہ آہستہ آپ کے لبوں اور دانتوں پر

مارتا تھا اور کہتا تھا کہ میں نے ایسا حسین وجمیل نہیں دیکھا۔ اس مردود کی گستاخی پر حضور ﷺ کے بوڑھے صحابی حضرت زید بن ارقم جو اس وقت وہاں موجود تھے تڑپ اٹھے اور درد و کرب کے ساتھ روتے ہوئے فرمایا او ابن مرجانہ یہ لکڑی امام پاک کے لب ہائے مبارک اور دندان شریف سے ہٹا اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ انہیں لبوں اور دانتوں کو چوما کرتے تھے یہ کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگے۔ ابن زیاد نے کہا خدا تجھے رلائے اگر تو بوڑھا نہ ہوتا اور تیری عقل زائل نہ ہوگئی ہوتی میں ضرور تیری گردن سے تیرا سر جدا کر دیتا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ۱۹۰، الطبری ج ۶ ص ۳۶۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسین کا سر انور ایک طشت میں رکھ کر ابن زیاد کے سامنے لایا گیا تو اس وقت میں اس کے پاس تھا تو اس نے آپ کے حسن و جمال میں کچھ کلام کیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس کو وہ آپ کی ناک پر مارتا تھا تو حضرت انس نے فرمایا کہ حسین بہت زیادہ مشابہ تھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور آپ نے وسمہ کا خضاب کیا ہوا تھا۔

(بخاری، ترمذی باب المناقب)

اسیران کربلا

اہل بیت کے بقیہ افراد ابن زیاد کے سامنے پیش کئے گئے، حضرت زینب کی حالت نہایت خستہ تھی محل کے ایک گوشے میں بیٹھ گئیں ابن زیاد نے پوچھا یہ کون عورت ہے؟ تین دفعہ اس نے یہی کہا مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ آخر ایک کنیز نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کی نواسی، فاطمہ کی بیٹی اور امام پاک کی ہمشیرہ ہیں، یہ سن کر مردود نے کہا

الحمد للہ الذی فضحکم وقتلکم واکذب احدوثتکم

خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں رسوا کیا اور تمہاری جدّتوں کو جھٹلایا (معاذ اللہ)

شیر خدا کی بیٹی نے فرمایا:

الحمد للہ الذی اکرمنا بمحمد ﷺ وطھرنا تطھیرا لا کما تقول وانما یفتضح الفاسق ویکذب الفاجر

خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں بوجہ (اولاد) محمد ﷺ مکرم و معظم

بنایا اور ہمیں پاک کیا جیسا کہ حق ہے پاک کرنے کا نہ کہ جیسا تو کہتا ہے بلاشبہ فاسق وفاجر ہی رسوا ہوں گے اور جھٹلائے جائیں گے۔

ظالم کہنے لگا تم نے دیکھا اللہ نے تیرے گھر والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ سیدہ نے جواب دیا، ان کے لئے شہادت مقدور ہو چکی تھی اس لئے وہ اپنے مقتل میں پہنچ گئے۔ عنقریب اللہ تجھے اور انہیں ایک جگہ جمع فرمائے گا اس وقت وہ اس کے سامنے اس کا انصاف طلب کریں گے۔ یہ دندان شکن جواب سن کر ابن زیاد غضبناک ہوا اور غصے میں کہا خدا نے تیرے سرکش سردار اور تیرے اہل بیت کے نافرمان باغیوں کی طرف سے میرا دل ٹھنڈا کر دیا۔ اس اذیت ناک جملے پر سیدہ بے اختیار رو پڑیں۔ واللہ تو نے میرے سردار کو قتل کر ڈالا۔ میرے خاندان کو تباہ کیا۔ میری شاخوں کو کاٹا اگر اس سے تیرا دل ٹھنڈا ہو سکتا ہے تو ہو جائے۔ اس کے بعد ابن زیاد نے حضرت زین العابدین کو بھی قتل کرنا چاہا۔ اس پر زین العابدین نے ابن زیاد سے کہا کہ اگر تیرا ان عورتوں سے قرابت داری کا کوئی واسطہ ہے تو ان کے ساتھ کوئی محافظ بھیج دئے جو ان کی حفاظت کرے۔ ابن زیادہ نے ان سے کہا تم ہی آ جاؤ اور پھر حضرت زین العابدین ہی کو عورتوں کے ساتھ بھیج دیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۱)

ابن زیاد نے حکم دیا کہ تمام سروں کو کوفہ کے بازاروں میں پھرایا جائے اس کے بعد دروازہ قصر پر آویزاں کر دیا جائے۔ (الطبری ج ۶ ص ۲۸۴)

اس کے بعد شہدا کے سروں اور اسیران اہل بیت کو اس حال میں یزید کے پاس بھیجا گیا کہ حضرت زین العابدینؓ کے ہاتھ پاؤں اور گردن میں زنجیریں ڈال دی گئی اور عورتوں کو اونٹوں کی ننگی پیٹھ پر بٹھایا گیا تھا۔

دربار یزید

جب سر حسینؓ دیگر شہیدا کے سروں اور اسیران کربلا کے ہمراہ یزید پلید کے دربار میں پہنچا تو یزید نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا، اس سلسلے میں مختلف روایات کتب تاریخ میں ملتی ہیں۔

ایک روایت کے مطابق جب شہدا کے سر اور اسیران کربلا یزید پلید کے پاس دمشق پہنچے تو یزید نے دربار لگایا اور عام وخواص کو دربار میں آنے کی اجازت دی۔ جب دربار لگا، حضرت امام حسینؓ کا سرانور یزید پلید کے سامنے رکھا ہوا تھا اور یزید کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس کو وہ آپ کے دندان مبارک پر مارتا تھا اور کہتا تھا کہ اب تو ان کی اور ہماری مثال ایسی ہے جیسا کہ حسین بن الحمام نے کہا ہے!

ابی قومنا ان ینصفونا فانصفت

قواضب فی ایماننا تقطر الدما

یفلقن هاما من رجال اعزة

علینا وھم کانوا اعق واظلما

یعنی ہماری قوم نے تو انصاف کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ پس تلواروں نے انصاف کر دیا جو ہمارے دائیں ہاتھوں میں تھی جن سے خون ٹپکتا ہے۔ وہ ایسے لوگوں کی کھوپڑیاں توڑتی ہیں جو ہم پر غالب تھے اور وہ نہایت نافرمان اور ظالم تھے۔

حضرت ابو برزہ اسلمیؓ نے جب دیکھا کہ یزید پلید حضرت امام پاک کے دندان مبارک پر چھڑی مار رہا ہے تو وہ یہ بے ادبی برداشت نہ کر سکے انہوں نے یزید سے کہا اے یزید! تو اپنی چھڑی حضرت امام کے دانتوں پر مار رہا ہے! میں نے بارہا نبی کریم ﷺ کو ان ہونٹوں کو چومتے ہوئے دیکھا ہے۔ بے شک اے یزید! کل قیامت کے دن جب تو آئے گا تو تیرا شفیع ابن زیاد ہوگا اور یہ حسینؓ آئیں گے تو ان کا شفیع حضرت محمد ﷺ ہوں گے۔ یہ کہہ کر حضرت ابو برزہؓ وہاں سے چلے گئے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۲)

دوسری روایت میں ہے کہ جب سر انور یزید کے پاس لا کر اس کے آگے رکھا گیا تو وہ خوش ہوا اس نے اہل شام کو جمع کیا اور اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اس سے سر انور کو الٹ پلٹ کرتا تھا اور ابن الزبعری کے یہ اشعار پڑھتا تھا

لیت اشیاخی ببدر شھدوا

جزع الخزرج فی وقع الاسل

قد قلتنا الضعف من اشرافهم

وعدلنا ميل بدر فاعتدل

یعنی اے کاش! آج میرے بزرگ جو غزوہ بدر میں مارے گئے تھے زندہ وموجود ہوتے تو دیکھتے کہ بے شک میں نے ان سے دوگنے ان کے اشراف کو قتل کر کے بدلہ لیا اور معاملہ برابر کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۲)

علامہ امام ابن حجر مکی اور شعبی نے فرمایا

وزاد فیھا بیتین مشتملین علی صریح الکفر

یزید نے دو شعر اس میں اور بڑھائے جو یزید کے صریح کفر پر مشتمل ہیں اور وہ یہ ہیں۔

لعبت ھاشم بالملك فلا

خبر جاءہٗ ولا وحی نزل

لست من عتبة ان لم انتقم

من بنی احمد ما کان فعل

بنی ہاشم ملک سے کھیلتے رہے تو نہ کوئی خبر ان کے پاس آئی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی میں عتبہ کی اولاد سے نہ ہوتا اگر میں اولاد احمد سے اس کا بدلہ نہ لیتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔ (شام کربلا ص ۱۱۷، بحوالہ صواعق محرقہ ص ۲۱۸)

تیسری روایت کے مطابق جب سر انور یزید کے پاس پہنچا تو وہ خوش ہوا

اور اس کے نزدیک ابن زیاد کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی اس لئے اس کو انعام واکرام سے نوازا مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ نادم ہوا کیونکہ اسے معلوم ہوا کہ لوگوں کے دلوں میں میرا بغض اور عداوت پیدا ہوگئی ہے اور لوگ مجھے لعن طعن کرنے لگے ہیں۔ پھر وہ ابن زیاد کو گالیاں دینے لگا۔

(ابن اثیر ج ۴ ص ۳۶)

لما قتل ابن زیاد الحسین ومن معه بعث بروسهم الی یزید فسر بقتله اولاً وحسنت بذالك منزلة ابن زیاد عنده ثم لم یلبث الا قلیلا حتیٰ ندم

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۲)

جب ابن زیاد نے امام پاک کو اپنے ساتھیوں سمیت قتل کر دیا تھا اور ان کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا تو یزید امام کے قتل سے اولاً خوش ہوا اور اس کی وجہ سے ابن زیاد کی قدر و منزلت اس کے نزدیک زیادہ ہوگئی مگر وہ اسی خوشی پر زیادہ دیر تک قائم نہ رہا کہ پھر نادم ہوا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض لوگوں نے ابن تیمیہ کے حوالہ سے یزید پلید کا چھڑی سے امام پاک کے دندان مبارک کو ٹھونکنے کو بالکل غلط اور جھوٹ بتایا ہے اور لکھا ہے کہ یہ واقعہ ابن

زیاد کا ہے غلط فہم راویوں نے اس کو یزید کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

جواب: علامہ ابن کثیر جو خود مخالفین کے نزدیک نہایت معتبر، ثقہ محدث، مفسر اور مؤرخ ہیں اور ابن تیمیہ ہی کے شاگرد ہیں انہوں نے اس بارے میں تین روایتیں نقل کی ہیں جن کا ذکر گذر چکا۔ دوسری روایت جو گذر چکی اس کو علامہ ابن کثیر نے حضرت جعفر سے روایت کیا ہے اور اسی روایت کو انہوں نے نے تیسری سند سے حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی فرماتے ہیں

ولما فعل یزید براس الحسین ما مر کان عندہ رسول قیصر فقال متعجباً ان عندنا فی بعض الجزائر فی دیر حافر حمار عیسیٰ فنحن نحج الیہ کل عام من الاقطار وننذر النذور ونعظمہ کما تعظمون کعبتکم فاشھد انکم باطل وقال ذمی آخر بینی داؤد سبعون اباوان الیہود تعظمنی وتحترمنی وانتم قتلتم ابن نبیکم

(شام کربلا ص ۲۳۲، بحوالہ صواعق محرقہ ص ۱۹۷، سعادت الکونین ص ۱۲۷)

اور جب یزید نے حضرت حسینؓ کے سر مبارک کے ساتھ بے ادبی کی جیسا کہ گذار تو اس وقت یزید کے پاس قیصر روم کا سفیر بھی موجود

تھا اس نے بہت متعجب ہو کر کہا کہ ہمارے ہاں ایک جزیرہ کے گرجا میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے گدھے کے کھر کا نشان ابھی تک محفوظ ہے سو ہم ہر سال ہدیے نذرانے اور تحفے لے کر اس کی زیارت کو جاتے ہیں اور اس کی اسی طرح تعظیم کرتے ہیں جس طرح تم لوگ اپنے کعبہ کی کرتے ہو۔ بلاشبہ تم لوگ جھوٹے اور بے ہودہ ہو اسی طرح اس وقت وہاں ایک ذمی (یہودی) بھی موجود تھا اس نے کہا میرے اور (پیغمبر) داؤد (علیہ السلام) کے درمیان ستر پشتیں گذر چکی ہیں (یعنی میں ان کی اولاد میں سے ہوں) لیکن اب تک یہودی میری تعظیم اور میرا احترام کرتے ہے اور تم نے اپنے نبی کے فرزند کو اس طرح بے دریغ قتل کر دیا۔

اس کے بعد یزید پلید کے حکم سے ان سروں کو تین دن تک دمشق میں پھرایا گیا۔

حضرت منہال بن عمرو فرماتے ہیں

خدا کی قسم! جب حضرت حسینؓ کے سر کو نیزے کے اوپر چڑھائے گلیوں بازاروں میں پھرایا جا رہا تھا تو میں اس وقت دمشق میں تھا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا جب وہ اس آیت پر پہنچا ام حسبت ان اصحب الکهف (کیا تو نے جانا کہ بے شک اصحاب

کہف اور رقیم ہماری نشانیوں میں سے ایک عجوبہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے سر مبارک کو گویائی دی اس نے بزبان فصیح کہا اعجب من اصحب الکھف قتلی وحملی (اصحاب کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لئے پھرنا زیادہ عجیب ہے۔ (شرح الصدور ص ۸۸)

اہل بیت کی مدینہ واپسی

حضرت نعمان بن بشیرؓ جو حضرت مسلم بن عقیلؓ کے ساتھ کوفہ میں سختی نہ کرنے کے سبب بحکم یزید گورنری سے معزول کر دیئے گئے تھے یزید نے اہل بیت بنوت کا ہمدرد سمجھ کر بلوایا اور کہا کہ اہل بیت رسول کے بقیہ افراد کو عزت واحترام کے ساتھ مدینہ پہنچادو۔

حضرت نعمان بن بشیر کے ہمراہ تیس آدمیوں کا حفاظتی دستہ اہل بیت کو لے کر مدینہ منورہ کیلئے روانہ ہوا۔ جب یہ ستم رسیدہ قافلہ شہر مدینہ میں داخل ہوا تو اس قافلہ کو دیکھنے کیلئے تمام اہل مدینہ اپنے گھروں سے نکل پڑے۔ مدینہ میں کہرام مچ گیا۔ قیامت سے پہلے قیامت آگئی۔ اہل مدینہ اور حضرت ام سلمہ وحضرت محمد بن حنفیہ گھروں سے روتے ہوئے نکل پڑے، حضرت زین العابدینؓ نے فرمایا کہ ابا جان کی وصیت تھی کہ جب کبھی مدینہ پہنچو سب سے پہلے نانا جان کے روضہ اقدس پر

جانا چنانچہ یہ لٹا ہوا قافلہ سیدھا روضۂ رسول ﷺ پر حاضر ہوا۔ حضرت زین العابدین جو ابھی تک صبر وضبط کا پیکر بنے ہوئے خاموش تھے جوں ہی روضہ مبارک پر پہنچے ابھی اتنا ہی کہا کہ نانا جان اپنے نواسے حسین کا سلام قبول کیجئے کہ صبر کا پیانہ چھلک اٹھا اور وہ اس درد کے ساتھ روئے اور اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوئے حالات بیان کرنا شروع کئے کہ کہرام برپا ہو گیا۔

نانا تمہارے پاس کریں کیا بیان ہم
اعداد کے ہاتھ سے ہوئے ہم پر ہیں کیا ستم
کیسے ذلیل وخوار کئے آل مصطفیٰ
رسوا کیا جہاں میں ہمیں وامصیبتاہ

وہاں سے یہ قافلہ خاتون جنت دختر رسول حضرت فاطمہ زہرا کی قبر اطہر پر بقیع شریف میں گیا اور وہاں بھی حال غم کہا۔

علامہ قرطبی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مطابق اسیران کربلا کے ساتھ ہی امام عالی مقام کا سر مبارک بھی مدینہ روانہ کیا گیا اور اس کو جنت البقیع میں فاطمہ زہرا کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

جسارتِ یزید پلید

امام عالی مقام کی شہادت کے بعد یزید پلید نے مسجد نبوی اور مدینہ منوہ کی بے حرمتی کی۔

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واللہ! ہم نے یزید کی مخالفت اس وقت اختیار کی جب ہم کو یقین ہوگیا کہ اب ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوگی۔ کیونکہ یزید کے فسق و فجور کا یہ عالم تھا کہ لوگ اپنی ماں بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کررہے تھے۔ شرابیں عام طور سے پی جارہی تھی اور لوگوں نے نماز ترک کردی تھی۔

تیسری شرارت حرم مکہ اور خانہ کعبہ پر منجنیق سے حملہ اور بے حرمتی کی گئی (منجنیق پتھر پھینکنے کا آلہ) خانہ کعبہ کی غلاف کو گندھک سے آگ لگائی گئی جس سے یہ غلاف جل گئی۔

ابھی شامی لشکر کعبہ شریف اور اہالیان مکہ کی تاراجی میں لگا ہوا ہی تھا کہ اچانک یزید پلید کے مرنے کی اطلاع ملی ابن نمیر نے یہ خبر سنی تو اس کے حوصلے پست ہوگئے اور اسی نے محاصرہ اٹھالیا اور حضرت عبداللہ ابن زبیر سے صلح کرلی۔

(تاریخ الخلفاء ص ۲۰۶، جزب القلوب ص ۴۵)

یزید پلید کے ان ناپاک اعمال کو دیکھ کر کون ان کی بڑائی کرے گا۔ آج کل کچھ لوگ یزید پلید کو رحمۃ اللہ علیہ یا رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس کی بڑائی بیان کرتے ہیں اس کے جنتی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آیئے ذرا حقائق کے اُجالے میں دیکھیں کہ اس یزید کی حقیقت کیا تھی اور علماء نے اس کے بارے میں کیا فرمایا ہے۔ اس کے لئے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ یزید کون تھا؟

یزید پلید کون تھا؟

یزید پلید حضرت امیر معاویہ کا بیٹا ہے۔ اس کی کنیت ابو خالد تھی ۲۵ھ میں امیر معاویہ کے گھر میسون بنت بخدل کلبی کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

ان کے متعلق حضرت عبداللہ بن حنظلہ فرماتے ہیں کہ واللہ، یزید پر حملہ کی ہم نے تیاری اس وقت کی جب ہم کو یقین ہو گیا کہ اب ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوگی۔ کیونکہ اس کے فسق و فجور کا یہ عالم تھا کہ لوگ اپنی ماں، بہنوں، بیٹیوں سے نکاح کر رہے تھے۔ شرابیں پی جا رہی تھی اور یزید خود ان عورتوں سے شادیاں کر رہا تھا جن کو اسلام نے محرمات میں شمار کیا ہے، لوگوں نے نمازیں چھوڑ دی تھی اور دیگر بہت ساری خرافات و منہیات کا اعلانیہ رواج ہو گیا تھا۔

(تاریخ الخلفاء ص ۳۰۱ و ص ۳۰۶)

تبھی تو غیب بتانے والے نبی ﷺ کا فرمان ہیں کہ

اول من یبدل سنتی رجلٌ من بنی امیۃ یقال لہٗ یزیدٌ

(تاریخ الخلفاء ص ۳۰۵)

میری سنت کا پہلا بدلنے والا نبی امیہ کا ایک شخص ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔

ابو یعلیٰ اپنی مسند میں حضرت ابو عبیدہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لا یزال امر امتی قائماً بالقسط حتیٰ یکون اول من یثلمہٗ رجلٌ من بنی امیہ یقال لہ یزید

(تاریخ الخلفاء ص ۳۰۵، صواعق محرقہ ص ۲۳۰)

میری امت ہمیشہ عدل وانصاف پر قائم رہے گی۔ یہاں تک کہ بنی امیہ میں یزید نامی ایک شخص ہوگا جو اس عدل میں رخنہ اندازی کرے گا،

نوفل بن ابو الفرات کہتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت عمر بن عبدالعزیز (اموی) کے پاس بیٹھا ہوا تھا یزید کا کچھ ذکر آ گیا ایک شخص نے یزید کا امیر المومنین یزید بن معاویہ کہکر نام لیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس شخص سے کہا کہ تو اسے امیر المومنین کہتا ہے پھر آپ نے حکم دیا کہ یزید کو امیر المومنین کہنے والے اس شخص کو بیس

کوڑے لگائے جائیں۔
(تاریخ الخلفاء ج ۲ ص ۳۰۵)

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں

لعن اللّٰہ قاتلہ وابن زیاد معہ ویزید ایضاً

(تاریخ الخلفاء ج ۲ ص ۳۰۵)

اور لعنت کرے انکے (حسین کے) قاتل پر ابن زیاد پر بھی اور یزید پر بھی،

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں جس کو ابن حجر نے لکھا ہے سالنی سائل عن یزید ابن معاویہ، فقلت لہ یکفیہ مابہ فقال ایجوز لعنہ؟ فقلت قد اجازہ العلماء الوزعون، منھم احمد ابن حنبل

(الصواعق المحرقہ ص ۲۷۲)

ابن جوزی سے ایک سائل نے یزید ابن معاویہ کے متعلق سوال کیا تو میں نے کہا اس کے لئے جو کہا وہ کافی ہے تو اس نے کہا کیا اس کے اوپر لعنت کرنا جائز ہے؟ تو میں نے کہا کہ علماء وزع نے اس کی اجازت دی ہے جس میں امام احمد بن حنبل بھی شامل ہیں۔

علامہ قسطلانی نے شرح بخاری ج ۵ ص ۸۸ پر لکھا ہے کہ یزید پر لعنت اس لئے جائز ہے کیونکہ حسین کے قتل کا حکم دینے سے وہ کافر ہو گیا۔

علامہ محمد آلوسی البغدادی فرماتے ہیں

میرے خیال کے مطابق یزید جیسے انسان پر لعنت کرنا صحیح ہے کیونکہ اسکے جیسے فاسق کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور اس نے کبھی ظاہری طور پر توبہ بھی نہیں کی اور فی الحقیقت اس کی توبہ کا امکان اسکے ایمان کے امکان سے بھی ضعیف ہے۔اس لعنت میں یزید کے ساتھ ابن زیاد، ابن سعد اور اس کے گروہ کو بھی شامل کیا جانا چاہئے۔ (تفسیر روح المعانی ج ۲۶ سورہ محمد آیت ۲۳)

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں

یزید اور اس کے ساتھیوں نے نعمت الٰہی کے بدلے میں کفر سے کام لیا انہوں نے اہلبیت پیغمبر سے بغض کو اپنا نصب العین بنایا اور امام حسین کو ظلم کے ساتھ شہید کیا۔ یزید نے دین محمد کے ساتھ بھی کفر کیا اور شہادت حسین پر یہ اشعار پڑھے ،کاش میرے بدر کے بزرگ موجود ہوتے ......الخ (تفسیر مظہری ج ۵ ص ۲۷۱)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا قول

فرماتے ہیں کہ گمراہی کی طرف بلانے والے ملک شام میں یزید اور عراق میں مختار تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں

اور مختصر یہ کہ وہ (یزید) ہمارے نزدیک تمام انسانوں میں مبغوض ترین ہے۔ جو کام کہ اس بدبخت منحوس نے اس امت میں کئے ہیں کسی نے نہیں کئے۔ حضرت امام حسین کو قتل کرنے اور اہل بیت کی اہانت کے بعد اس نے مدینہ پاک کو

تباہ و برباد کرنے اور اہل مدینہ کو قتل کرنے کیلئے لشکر بھیجا اور پھر اسی اثنا میں جبکہ مکہ معظمہ محاصرہ کی حالت میں تھا۔ دنیا سے جہنم میں چلا گیا...... حق تعالی ہمارے اور سب مسلمانوں کے دلوں کو اسکی محبت اور دوستی سے محفوظ رکھے۔ (تکمیل الایمان)

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں

یزید بد بخت فاسقوں کے زمرہ میں سے ہے۔ اس کی لعنت میں توقف اہل سنت کے مقررہ اصل کے باعث ہے۔ کیونکہ انہوں نے معین شخص کے لئے اگر چہ کافر ہو لعنت جائز نہیں کی۔ مگر جب یقیناً معلوم کریں کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے۔ جیسے کہ ابولہب اور اس کی عورت نہ یہ کہ وہ لعنت کے لائق نہیں۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔ (مکتوبات دفتر اول حصہ چہارم)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو امام حسینؓ کے قاتل پر اور ابن زیاد پر اور اس طرح کے ساتھ یزید پر بھی۔ (اشعۃ اللمعات)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ جب یزید پلید قتل امام وہتک حرمت اہل بیت سے فارغ ہوا تو اس غرور سے اس کی شقاوت وقساوت اور زیادہ ہوئی۔ چنانچہ لواطت اور زنا، بھائی کا بہن سے نکاح اور سود وغیرہ منہیات کو اس

نے اعلانیہ رواج دیا۔ جس دن اس پلید کے حکم سے کعبہ کی بے حرمتی کی گئی اسی دن حمص میں وہ واصل جہنم ہوا۔ (سر الشہادتین)

دیوبند کے مشہور عالم مولانا رشید احمد گنگوہی کا قول

یزید کے افعال ناشائستہ ہر چند موجب لعن ہیں مگر جس کو تحقیق اخبار اور قرائن سے معلوم ہوگیا کہ وہ ان مفاسد سے راضی اور خوش تھا اور جائز جانتا تھا اور بدون توبہ کے مرگیا وہ تو لعن کے جواز کے قائل ہیں اور دراصل مسئلہ یونہی ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ)

مولانا اشرف علی تھانوی کا قول

یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے یزید کو اس قتال میں معذور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد (حضرت امام حسین) سے اپنی تقلید کیوں کرواتا تھا؟ مسلط ہونا کب جائز ہے؟ خصوصاً اہل یزید کو بلکہ اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہو جاتا پھر اہل حل وعقد کسی اہل کو خلیفہ بنا لیتے۔ (امداد الفتاویٰ)

سلفی حضرات کے امام وپیشوا مولانا وحید الزماں کا قول

کہ دراصل ہم یزید پر لعنت کرتے ہیں کیونکہ ہمارے امام حضرت احمد بن حنبل نے اس پر لعنت کی ہے اور اس طرح ہمارے اسلاف میں سے محدث ابن جوزی سے بھی یزید پر لعنت کا جواز نقل کیا گیا ہے۔ (حاشیہ ہدیۃ المہدی)

سلفی حضرات کے نامور عالم مولانا صدیق حسن خان بھوپالی کا قول کہ

یزید شراب پینے والا زنا کار فاسق اور محرمات کو حلال جاننے والا تھا۔ (غنیۃ الطالبین)

سابق امیر جمعیت اہلحدیث حاجی محمد ادریس بھوجیانی کا قول

بعض مورخین کہتے ہیں کہ یزید کا دامن بالکل صاف ہے اور امام حسین کا خون ابن زیاد پر ہے حالانکہ حضرت مسلم بن عقیلؓ کے قتل کا حکم خود یزید نے دیا تھا۔ ابن عقیل اور ہانی کے سر یزید کے دربار میں جا چکے تھے۔ اسے خبر تھی کہ امام حسین روانہ ہو چکے ہیں اور ابن زیاد ان کے ساتھ ابن عقیل سے کچھ مختلف برتاؤ کرنے والا نہیں پھر کیا یزید نے ابن زیاد کے نام کوئی ہدایت بھیجی کہ امام حسین کے قتل سے باز رہنا، فرض کیجئے کہ ابن زیاد نے یزید کی مرضی کے خلاف یہ سب کچھ کیا تو پھر کیا یزید نے اس کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی کی۔

بعض یزید کو امیر المومنین بعض رضی اللہ عنہ بعض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں حالانکہ یزید ان تینوں خطابوں کا مستحق نہیں ہے۔ (خاندان نبوت ص ۱۷۸)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا قول

یزید کے زمانہ میں تین ایسے واقعات ہوئے جنہوں نے پوری دنیائے اسلام کو لرزہ براندام کر دیا۔ پہلا واقعہ سیدنا حضرت امام حسینؓ کی شہادت دوسرا واقعہ جنگ حرہ، تیسرا واقعہ مکہ معظمہ پر حملہ۔

یزید میں اگر انسانی شرافت کی بھی کوئی رمق ہوتی تو وہ سوچتا کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس کے پورے خاندان پر کیا احسان کیا تھا اور اس کی حکومت

نے انکے نواسے کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ (خلافت وملوکیت ص ۶۷)

دوسری جگہ لعنت نہ کرنے کی الگ وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک گروہ صرف اس لئے اس (لعنت) سے منع کرتا ہے کہ کہیں اس طرح اسکے والد یا صحابہ میں سے کسی اور پر لعنت کرنے کا دروازہ نہ کھل جائے۔

(خلافت وملوکیت)

پھر رقمطراز ہے کہ لعنت سے پرہیز ہی کرنا اولیٰ ہے، لیکن اس کے معنی یہ بھی نہیں ہیں کہ اب یزید کی تعریف کی جائے اور اسے رضی اللہ عنہ لکھا جائے۔

(خلاف وملوکیت)

حدیث قسطنطنیہ کی تحقیق

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے روایت کہ انہوں نے حضور ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا جو پہلا لشکر براہ سمندر جہاد کرے اس نے جنت کو واجب کرلیا۔ حضرت ام حرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا میں ان میں شامل ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم ان میں شامل ہوں۔ حضرت ام حرامؓ فرماتی ہیں پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔ اول جیش من امتی یغزون مدینہ قیصر مغفور لھم ۔میری امت کا جو پہلا لشکر قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے میں نے عرض کیا آیا میں ان میں شامل ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔

(بخاری شریف)

فتح الباری میں حدیث مذکور کی شرح کے تحت فرماتے ہیں کہ بعض شارحین نے کہا کہ مدینہ قیصر سے مراد وہ شہر ہے جو حضور علیہ السلام کے مبارک زمانے میں قیصر کا شہر تھا وہ حمص ہے اور اس وقت وہی اس کا دارالحکومت تھا یہ تشریح بے حد قابل توجہ ہے کہ بخاری شریف کی حدیث میں قسطنطنیہ کا لفظ مذکور نہیں ہے بلکہ مدینہ قیصر کے الفاظ وارد ہیں۔ قیصر، روم کے بادشاہ کا لقب تھا اس مناسبت سے اس کے دارالحکومت کا نام مدینہ قیصر ہے۔ ارشاد نبوی کے مطابق وہ شہر حمص ہی ہے جس پر ۱۵ھ میں خلافت فاروقی میں حضرت ابو عبیدہؓ کی قیادت میں ایک لشکر حملہ آور ہوا۔ (التاریخ کامل) یہ وہ زمانہ ہے کہ یزید ابن معاویہ اس وقت پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ یزید کی پیدائش ۲۶ھ میں ہوئی تھی۔

بعض شارحین ارشاد فرماتے ہیں مذکورہ حدیث شریف میں مدینہ قیصر سے مراد قسطنطنیہ ہے جس پر مجاہدین اسلام نے متعدد مرتبہ حملہ کیا۔ جیسا کہ البدایہ والنہایہ میں ہے کہ ۳۲ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے روم پر حملہ کیا معرکہ سر کرتے رہے یہاں تک کہ قسطنطنیہ کے تنگ نالے تک پہنچ گئے۔ (التاریخ کامل) اس وقت یزید کی عمر چھ سال تھی۔ لہٰذا اس میں یزید کی شرکت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ دوسرا حملہ قسطنطنیہ پر ۴۳ھ میں حضرت بُسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ہوا۔ (البدایہ والنہایہ) تیسرا حملہ حضرت عبدالرحمان بن خالد بن ولیدؓ نے کیا۔ یہ حملہ ۴۴ھ میں ہوا (التاریخ کامل) تیسرے لشکر کا ذکر سنن ابوداؤد شریف میں بھی موجود ہے۔ ان تینوں حملوں

میں سے کسی حملہ میں یزید کی شرکت ثابت نہیں۔ اس کے بعد ۴۹ھ، ۵۰ھ، ۵۲ھ اور ۵۵ھ میں قسطنطنیہ کے معرکے میں یزید شریک رہا (عمدۃ القاری، البدایہ والنہایہ) لیکن بخاری شریف کی حدیث کی بشارت کا حق دار پہلا لشکر ہے کہ جس کی قیادت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کی۔

محترم قارئین! تمام دلائل پر بغور نظر ڈالنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ نہ حدیث کی بشارت میں یزید شامل ہے اور نہ ہی وہ جنتی ہے۔ جس کا ہاتھ نواسہ رسولؐ کے خون سے رنگا ہو۔ جس نے مدینہ کی بے حرمتی کی ہو، جس نے مکہ معظمہ پر لشکر کشی کی ہو اسی کو جنتی ثابت کرنے کیلئے کچھ لوگ ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں (العاذ باللہ) اللہ تعالیٰ ان کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور ہمیں اہل بیت کی حقیقی محبت سے نوازیں اور پیارے آقا علیہ السلام کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

جنت رسول اللہ کی

عرش حق ہے مسند رفعت رسول اللہ کی
دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ کی

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

اہلسنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا ان سے فزوں
اور نا کہنا نہیں عادت رسول اللہ کی

اے رضا خود صاحب قرآں ہے مداح حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

☆☆☆

اے شہنشاہ مدینہ

اے شہنشاہ مدینہ الصلوٰۃ والسلام
زینت عرش معلیٰ الصلوٰۃ والسلام

رب ھب لی امتی کہتے ہوئے پیدا ہوئے
حق نے فرمایا کہ بخشا الصلوٰۃ والسلام

روشنی میں آمنہ نے جن کی دیکھا ملک شام
واہ وا کیا چاند نکلا الصلوٰۃ والسلام

دست بستہ ہر فرشتے نے پڑھا ان پر درود
کیوں نہ ہو پھر ورد اپنا الصلوٰۃ والسلام

سر جھکا کر با ادب عشق رسول اللہ میں
کہہ رہا تھا ہر ستارہ الصلوٰۃ والسلام

خود خدائے پاک بھی حب حبیب پاک میں
کہہ رہا ہے یہ ازل سے الصلوٰۃ والسلام

میں وہ سنی ہوں جمیلؔ قادری مرنے کے بعد
میرا لاشہ بھی کہے گا الصلوٰۃ والسلام

آپ پہ لاکھوں سلام

اے عربی ہاشمی آپ پہ لاکھوں سلام
آپ سے بگڑی بنی آپ پہ لاکھوں سلام

آپ ہی سے رب ملا آپ ہی سے سب ملا
دین ملا دنیا ملی آپ پہ لاکھوں سلام

آپ ہی سے سانس ہے آپ ہی سے آس ہے
آپ میری زندگی آپ پہ لاکھوں سلام

آپ ہی کے نام پر آپ ہی کی ذات پر
ختم ہے پیغمبری آپ پہ لاکھوں سلام

آپکے قدموں میں ہے آپ کی ٹھوکر میں ہے
تاجوری سروری آپ پہ لاکھوں سلام

آپ کے در کے غریب آپ کے در کے فقیر
سارے جہاں سے غنی آپ پہ لاکھوں۔سلام

ہو سعید اعجاز پر لطف وکرم کی نظر
شادہو اب زندگی آپ پہ لاکھوں سلام

مصطفےٰ جانِ رحمت

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بیحد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

ہم یہاں سے پکاریں وہاں وہ سنیں
مصطفیٰ کی سماعت پہ لاکھوں سلام

غوث وخواجہ رضا حامد و مصطفیٰ
پنج گنج ولایت پہ لاکھوں سلام

ڈال دی قلب میں عظمت مصطفیٰ
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

جس کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ
ایسے پیر طریقت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلا م

☆☆☆
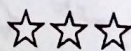
مُحَمَّدٌ تعریف کیا ہوا رَسُوْلٌ پیغمبر قَآئِمٌ نماز قائم رکھنے والا
اَحْمَدُ سب سے زیادہ حمد کرنے والا نَبِیٌّ غیب جاننے والا حَافِظٌ یاد رکھنے والا
حَامِدٌ سراہنے والا طٰهٰ طٰهٰ شَهِیْدٌ گواہ
مَحْمُوْدٌ سراہا گیا یٰسٓ یٰسٓ عَادِلٌ عدل کرنے والا
قَاسِمٌ بانٹنے والا مُزَّمِّلٌ کملی والا حَکِیْمٌ حکمت والا
عَاقِبٌ پیچھے آنے والا مُدَّثِّرٌ چادر اوڑھنے والا نُوْرٌ نُوْرٌ
فَاتِحٌ کھولنے والا شَفِیْعٌ سفارش کرنے والا حُجَّةٌ دلیل
خَاتِمٌ ختم کرنے والا خَلِیْلٌ مخلص دوست بُرْهَانٌ دلیل
حَاشِرٌ گواہی دینے والا اَبْطَحِیٌّ ابطح والا
یا رسول اللہ ﷺ
مَاحٍ محو کرنے والا مُؤْمِنٌ مُؤْمِنٌ
دَاعٍ بلانے والا کَلِیْمٌ اللہ سے کلام کرنے والا مُطِیْعٌ تابع دار
سِرَاجٌ چمکتا چراغ حَبِیْبٌ اللہ کا دوست مُذَکِّرٌ نصیحت کرنے والا
رَشِیْدٌ نیک مُصْطَفٰی چنا ہوا وَاعِظٌ اصلاح کرنے والا
مُنِیْرٌ روشن مُرْتَضٰی رضامند اَمِیْنٌ امانت دار
بَشِیْرٌ خوش خبری دینے والا مُجْتَبٰی برگزیدہ صَادِقٌ سچا
نَذِیْرٌ ڈرانے والا مُخْتَارٌ اختیار دیا گیا مُصَدِّقٌ تصدیق کرنے والا
هَادٍ ہادی نَاصِرٌ مدد دینے والا نَاطِقٌ واضح زبان والا
مَهْدِیٌّ ہدایت والا مَنْصُوْرٌ مدد دیا گیا صَاحِبٌ ساتھی
رضوی کتاب گھر دہلی

مَکّیٌّ	مکے والا	عَالِمٌ	علم والا	مُبِیْنٌ	ظاہر
مَدَنِیٌّ	مدینے والا	طَیِّبٌ	پاک	اَوَّلُ	سب سے اوّل
عَرَبِیٌّ	عرب والا	طَاہِرٌ	طہارت والا	اٰخِرٌ	سب کا آخر
ہَاشِمِیٌّ	ہاشمی	مُطَہَّرٌ	پاکیزہ	ظَاہِرٌ	ظاہر
تِہَامِیٌّ	تہامی	خَطِیْبٌ	خطاب والا	بَاطِنٌ	پوشیدہ
حِجَازِیٌّ	حجاز والا	فَصِیْحٌ	فَصِیْحٌ	رَحْمَۃٌ	رحمت
تِرَازِیٌّ	ترازیٌّ	سَیِّدٌ	سردار	مُحَلِّلٌ	حلال فرمانے والا
قُرَیْشِیٌّ	قریشی	مُنَقّیٌّ	واضح راستہ دکھانے والا	مُحَرِّمٌ	حرام بتانے والا
مُضَرِیٌّ	مضر والا			اٰمِرٌ	حکم دینے والا
اُمِّیٌّ	کسی سے نہ پڑھا ہوا			ناہٍ	منع کرنے والا
عَزِیْزٌ	غالب	اِمَامٌ	امام	شَکُوْرٌ	شکر گزار
حَرِیْصٌ	ایمان لانے پر حرص کرنے والا	بَآرٌّ	نیک خو	قَرِیْبٌ	قَرِیْبٌ
رَءُوْفٌ	نرم دل	شَافٍ	شفا دینے والا	مُنِیْبٌ	نیابت کرنے والا
رَحِیْمٌ	رحم والا	مُتَوَسِّطٌ	معتدل پیغام دینے والا	مُبَلِّغٌ	پیغام پہنچانے والا
یَتِیْمٌ	یتیم	سَابِقٌ	پہلے آنے والا	طٰسٓ	طٰسٓ
غَنِیٌّ	بے نیاز	مُقْتَصِدٌ	میانہ رو	حٰمٓ	حٰمٓ
جَوَّادٌ	سخی	مَہْدِیٌّ	ہدایت کرنے والا	حَسِیْبٌ	کافی
فَتَّاحٌ	حاکم	حَقٌّ	حَقٌّ	اَوْلٰی	سب سے بہتر

Published by

ANJUMAN MISBAHUL ISLAM

JAMMU & KASHMIR